30اکتوبر تا 5نومبر 2008ء/30شوال تا 5ذوالقعدہ 1429ھ

قیام حق وصداقت

اسلام کا مقصد اصلی دنیا میں قیام حق وصداقت ہے اور دفع باطل وضلالت ہے، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، خواہ وہ کسی صورت اور کسی شکل میں ہو۔ اور یہ ممکن نہیں جب تک کہ ان تمام باطل پرستیوں اور گمراہیوں کو دور نہ کیا جائے، جن کو حق کی ضد حقیقی یعنی قوت شیطانی مختلف مظاہر و اشکال میں ہمیشہ پیدا کرتی ہے۔ پس اس بنا پر ہر طرح کی انسانی گمراہیوں کو دور کرنے کے لیے سعی کرنا، اور باطل وظلم کے مقابلہ میں حق وعدل کا حامی ہونا عین مقصد اسلام وملت وظہور رسالت وسبب نزول شریعت ہے۔ اور اسی نصرت حق ودفع باطل کی سعی وکوشش کا نام اصطلاح قرآنی میں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس مطلب کو واضح کرنے کے لیے یوں سمجھئے کہ امر بالمعروف اسلام کا مقصد اصلی ہے۔ لیکن امر بالمعروف کے معنی ہیں نیکی اور صداقت کی طرف بلانا، اور اس کا حکم دینا۔ نہی عن المنکر سے مقصود ہے برائیوں اور گمراہیوں کو روکنا، لیکن نیکی اور صداقت تو برائیوں کے دور ہونے ہی کا نام ہے۔ اور روشنی کے معنی ہی یہ ہیں کہ تاریکی نہ ہو۔ کپڑا صاف کیونکر رہ سکتا ہے جب کہ آپ اسے سیاہ دھبوں سے نہ بچائیں گے؟ پس امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر ناگزیر ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد

پارلیمنٹ کی متفقہ قرارداد

اطاعت رسول ﷺ ایمان کی علامت

رفقائے تنظیم کے نام
بانی تنظیم اور امیر تنظیم اسلامی کے پیغامات

تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

امت مسلمہ کی زبوں حالی

سالانہ اجتماع کے مقاصد

خودکش حملوں کے خلاف علماء کا فتویٰ
حقیقت کیا ہے؟

کیا یہ ہماری جنگ ہے؟

سورۃ الاعراف
(آیت:19-20)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝﴾

”اور (ہم نے) آدمؑ (سے کہا کہ) تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور جہاں سے چاہو (اور جو چاہو) نوش جان کرو مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے۔ تو شیطان دونوں کو بہکانے لگا، تاکہ اُن کے ستر کی چیزیں جو اُن سے پوشیدہ تھیں، کھول دے اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اور اس میں سے جہاں سے چاہو کھاؤ، لیکن اس کے ساتھ ایک بات سے روک دیا وہ یہ کہ اس درخت کے قریب مت جانا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ ابلیس جو انسان کا دشمن ہے، اُس نے حضرت آدمؑ وحوا دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا۔ ”فوسوس“ سے معلوم ہوا کہ آدمؑ و ابلیس کی بات چیت آمنے سامنے نہیں ہو رہی تھی کہ دونوں فریق ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں اور پہچان رہے ہوں، بلکہ یہ اسی طرح کی وسوسہ اندازی تھی جس طرح شیطان ہمارے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ شیطان جنات میں سے تھا، اور وہ حضرت آدمؑ کے لیے اُس وقت بھی invisible تھا، لہٰذا یہاں لفظ ”فوسوس“ آیا ہے۔

حضرت آدمؑ اور حواؑ نے اس شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا، جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ دونوں پر اُن کی شرمگاہیں نمایاں ہو گئیں۔ بعض کا خیال ہے کہ پہلے انہیں اس کا شعور نہیں تھا، اب شعور پیدا ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ انہوں نے جنت کا کوئی خاص لباس پہنا ہوا تھا، جو اتر گیا۔ بعض کے نزدیک یہ نیکی اور بدی کی تمیز کا درخت تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ انسانی جوڑے کے درمیان پہلا جنسی فعل تھا جس کو اس انداز میں بیان کیا گیا۔ بہرحال یہ الفاظ ابھی تک متشابہات ہی کے دائرے میں ہیں۔ اس بارے میں کوئی حتمی یا یقینی رائے قائم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ سائنس کے ذریعے ہماری معلومات کا دائرہ اور وسیع ہو جائے تو ہم اس کی تہہ تک پہنچ سکیں۔

شیطان نے وسوسہ اندازی ان الفاظ میں کی کہ آپ دونوں کو آپ کے رب نے اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ کہیں آپ فرشتے نہ بن جائیں یا آپ ہمیشہ ہمیش رہنے والے نہ ہو جائیں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ فرشتہ بننے میں آدمؑ کے لیے کیا کشش تھی۔ فرشتے تو اُن کے سامنے سر جھکا چکے تھے۔ لیکن بات یہ ہے کہ بعض اوقات انسان اپنا اصل مقام اور اصل حقیقت بھول جاتا ہے۔ شیطان نے وسوسہ سے حضرت آدمؑ وحوا کے ذہن میں یہ بات بھی ڈالی کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھالو گے تو ہمیشہ ہمیش رہو گے اور تمہیں موت نہ آئے گی۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دنیا سے آدمی کا حصہ

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَّسْكُنُهٗ وَ ثَوْبٌ يُّوَارِيْ عَوْرَتَهٗ وَ جِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عثمان ؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ان تین چیزوں کے علاوہ ابن آدمی کا یہاں کوئی حق نہیں:

(1) گھر جس میں وہ رہائش رکھے۔ (2) اتنا کپڑا، جس سے وہ اپنا ستر ڈھانپ سکے۔ (3) روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔

تشریح: دنیا دراصل دل لگانے کی جگہ نہیں بلکہ حقیقی اور ابدی زندگی کے لیے تیاری کا وقفہ ہے۔ اس حدیث میں مذکور تین چیزیں، زندہ رہنے کے لیے ضروری ہیں۔ پس ان کی فکر کرنا تو درست ہے۔ اس کے علاوہ دنیاوی چیزوں اور مال و متاع کے جمع کرنے میں اپنا وقت اور توانائی صرف کرنا دانش مندی نہیں۔

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارلیمنٹ کی متفقہ قرارداد

2001ء میں 7 اکتوبر کی شام ڈھل رہی تھی' اچانک امریکی بمبار طیاروں نے افغانستان کو خون میں نہلانا شروع کر دیا۔ 2005ء میں 8 اکتوبر کا سورج ابھی طلوع ہوا ہی تھا کہ خوفناک زلزلے نے اسلام آباد' آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں ایسی تباہی مچائی کہ انسانی آنکھ نے ایسی تباہی بہت کم دیکھی ہو گی۔ 8 اکتوبر 2008ء کو دہشت گردی کی جنگ میں اپنی پالیسی کا جائزہ لینے کے لئے پارلیمنٹ کا اِن کیمرہ اجلاس کا آغاز ہوا اور 22 اکتوبر کو پارلیمنٹ متفقہ طور پر ایک مشترکہ قرارداد منظور کرانے میں کامیاب ہو گئی۔ انسانی فہم کے مطابق حالات وواقعات کا اِس ترتیب سے ہونا حادثاتی یا اتفاقیہ ہوسکتا ہے۔ کارخانہ قدرت میں کچھ اتفاقی یا حادثاتی طور پر نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ طے شدہ امر کے مطابق معاملات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بہرحال 22 اکتوبر کو پارلیمنٹ ایک متفقہ قرارداد لانے میں کامیاب ہو گئی۔ قرارداد اچھی ہے یا بُری، بعد کی بات ہے، یہ بات اطمینان بخش ہے کہ مدت کے بعد قوم کسی بات پر متفق تو ہوئی، وگرنہ عرصہ ہوا اِس قوم کے نصیب میں افتراق، انتشار، تصادم، مار دھاڑ اور لڑائی جھگڑے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اِس متفقہ قرارداد پر ہمارے کچھ تحفظات ہیں۔ اصولی طور پر ہونا یہ چاہیے تھا اور انصاف کا تقاضا بھی یہ تھا کہ قرارداد میں صاف صاف اقرار کیا جاتا کہ ہم اِس جنگ میں غیر ضروری طور پر اور غلط انداز سے ملوث ہو گئے ہیں' ہمیں اِس جنگ سے علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیے۔ بہرحال اِن تحفظات کے باوجود ہم نے موجودہ حالات میں اس قرارداد کو غنیمت قرار دیا تھا۔ ہم ایک عرصہ سے اربابِ اقتدار کی خدمت میں عرض کر رہے ہیں کہ وہ امریکہ کے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف نعروں اور اُس کے عمل میں تضاد کو سمجھے اور اُس کے اصل عزائم کو جانے۔ اصلاً وہ پاکستان پر کاری ضرب لگانا چاہتا ہے۔ وہ پاکستان کو ایٹمی اثاثہ جات سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں کرنا چاہتا ہے۔ جن قبائل سے پاکستان مذاکرات کرتا ہے' کوئی امن معاہدہ کرتا ہے' اُن ہی قبائل پر امریکہ میزائل مارتا ہے' تاکہ امن معاہدہ ختم ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ متفقہ قرارداد کی منظوری کے دوسرے روز امریکہ نے شمالی وزیرستان اور چوتھے روز جنوبی وزیرستان پر حملہ کیا۔ امن کے حوالہ سے یہ اُس کی بدنیتی کا واضح اور بین ثبوت ہے۔ امریکہ پاکستانی فوج کو اپنے ہی عوام کے خلاف جنگ میں مصروف رکھنا چاہتا ہے۔ اِس سے پاکستانی فوج کا مورال بھی ڈاؤن ہو گا اور عوام اور فوج کے درمیان نفرت بھی پیدا ہو جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی قول کو عمل کی شکل دینی ہو' کسی نظریہ کی عملی تعبیر مقصود ہو تو دو عوامل ناگزیر ہوتے ہیں، ایک نیک نیتی اور دوسرا عزمِ صمیم۔ اگر ہم یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم کسی صورت اپنوں سے جنگ نہیں کریں گے تو کوئی خارجی دباؤ ہمیں اِس جنگ پر مجبور نہیں کر سکتا اور امن وامان قائم ہو سکتا ہے' وگرنہ قراردادیں تو ہم کئی منظور کر چکے ہیں۔ ہم نے قراردادِ مقاصد کو منظور کرتے وقت بھی کہا تھا کہ یہ تاریخی موقع ہے اور اِس سے قوم کی قسمت بدل جائے گی۔ یہ بات یقیناً صد فیصد درست تھی۔ قرارداد بھی تاریخی تھی اور یہ قرارداد اگر عملی روپ دھار لیتی تو یقیناً ہماری قسمت بھی بدل چکی ہوتی۔ لیکن یہ قرارداد بدقسمتی سے آئین کا حصہ بن کر بھی غیر مؤثر رہی۔ کاغذ پر لکھے الفاظ کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں جب تک کوئی قوتِ نافذہ اُن پر عمل درآمد یقینی نہ بنائے وہ بے معنی اور بے وقعت ثابت ہوتے ہیں۔ کشمیریوں کو حقِ خود ارادیت دلانے والی سلامتی کونسل کی قراردادیں کشمیریوں کے لئے مزید حسرت و یاس کا باعث بنیں۔ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر یا وقتی طور پر حالات سے مجبور ہو کر قرارداد ہی نہیں کوئی باقاعدہ قانون سازی بھی کی جائے تو وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتی۔ بہرحال ہم حکومت (باقی صفحہ 23 پر)

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — 30 اکتوبر تا 5 نومبر 2008ء — 30 شوال تا 5 ذوالقعدہ 1429ھ — شمارہ 43

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 300 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اذان

[بالِ جبریل]

ایک رات ستاروں سے کہا نجمِ سحر نے — آدم کو بھی دیکھا ہے کسی نے کبھی بیدار؟
کہنے لگا مرّیخ، ادا فہم ہے تقدیر — ہے نیند ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار
زُہرہ نے کہا اور کوئی بات نہیں کیا؟ — اس کرمکِ شب کور سے کیا ہم کو سروکار!
بولا مہِ کامل کہ وہ کوکب ہے زمینی — تم شب کو نمودار ہو، وہ دن کو نمودار!
واقف ہو اگر لذّتِ بیداریِ شب سے — اُونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار!
آغوش میں اس کی وہ تجلّی ہے کہ جس میں — کھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیّار!
ناگاہ فضا بانگِ اذاں سے ہوئی لبریز — وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دلِ کہسار!

اِس نظم میں اقبال نے تمثیل کے رنگ میں بیداریٔ شب (قیام اللّیل۔تہجد) کی لذّت و اہمیت کو ذہن نشین کیا ہے۔ تمثیل دراصل استعارے کی ایک قسم ہے، جس میں کسی خاص موضوع کو دوسرے موضوع کے لباس میں پیش کیا جاتا ہے، تاکہ بیان میں دلکشی اور تاثیر پیدا ہو جائے اور ہر شخص اُسے بآسانی سمجھ سکے۔

نجم سحر سے وہ ستارہ مراد ہے جو پچھلی رات کو طلوع ہوتا ہے اور بہت زیادہ روشن ہوتا ہے۔ انگریزی میں اِسے Lucifer کہتے ہیں۔

مرّیخ (Mars) ایک سیارہ ہے جسے جلّادِ فلک بھی کہتے ہیں۔

زہرہ (Venus) بھی ایک سیارہ ہے، جسے رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں۔

کرمک شب کور: لغوی معنی وہ کیڑا، جسے رات کے وقت کچھ نظر نہیں آتا۔ شب کور بمعنی اندھا، یا چندھا۔ کنایہ ہے انسان سے

ثریا (Pleiades) جسے پروین بھی کہتے ہیں۔ یہ سات ستاروں کا جھرمٹ ہے۔ ہندی میں اسے سپت رشی کہتے ہیں۔

خاک پُر اسرار کنایہ ہے انسان سے۔ پُر اسرار اس لیے کہا کہ انسان کے اندر بہت سی طاقتیں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اشراق، یوگ اور تصوف، انھی طاقتوں کو بروئے کار لانے کے مختلف طریقے ہیں۔

1۔ اقبال نے اپنے موضوع یعنی انسان کے حوالے سے جو فضا قائم کی ہے، اُس میں چاند اور بعض ستارے اہم کردار بن کر سامنے آتے ہیں۔ تاہم اِس موضوع کا مرکز و محور انسان ہی ہے۔ اِس شعر کے مطابق ستارۂ صبح دوسرے ستاروں سے استفسار کرتا ہے کہ باری تعالٰی نے ہمارے لیے تو شب بیداری مقرر کر دی ہے۔ رات کی تاریکی میں ہماری روشنی پوری کائنات کو جگمگاتی رہتی ہے، لیکن انسان کو جو رُتبۂ بلند عطا کیا گیا ہے، کیا تم نے اُسے بھی کبھی اپنی طرح ساری ساری رات تک بیدار اور مصروف کار دیکھا ہے؟

2۔ ستارۂ صبح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے، سب سے پہلے مریخ نے کہا کہ قدرت بڑی حقیقت شناس ہے۔ انسان بلاشک وشبہ ایک چھوٹے سے فتنے کی مانند ہے، جس کا سویا رہنا ہی بہتر ہے۔ اگر وہ بیدار ہو تو نہ جانے کیا کیا قیامت ڈھاتا ہے۔

3۔ سیارہ زہرہ نے گفتگو سنی تو بولا، تمہارے پاس اظہارِ خیال کے لیے، کیا کوئی اور موضوع نہیں ہے۔ انسان سے ہمیں آخر کیا لینا ہے۔ اُس کی حیثیت تو ایک ایسے کیڑے کی سی ہے جو شب کی تاریکی میں بصارت سے محروم رہتا ہے۔ پھر اگر وہ رات کو بیدار رہے تو اس سے کیا حاصل ہوگا۔

6،5،4۔ ستارۂ صبح، مریخ اور زہرہ کا مکالمہ، جس لمحے مہ کامل کے گوش گزار ہوا تو زمین سے، دوسرے ستاروں کی نسبت زیادہ قربت اور انسان کی فطرت سے زیادہ آگاہی کے سبب، وہ گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے یوں گویا ہوا کہ انسان تو عملی سطح پر زمین کو تابندہ کرنے والے ستارے کی مانند ہے۔ تم اگر رات کے وقت چمکتے ہو تو وہ دن میں درخشاں رہتا ہے۔ یہ جان لو کہ اگر کہیں وہ بیداریٔ شب کی لذّت سے آگاہ ہو جائے اور اُسے پتا چل جائے کہ رات کو جاگنے میں کیا لطف حاصل ہوتا ہے تو اس کا مرتبہ ثریا سے بھی زیادہ بلند ہو جائے۔ مت بھولو کہ اِس خاک کے پتلے میں ایسا پوشیدہ نور موجزن ہے کہ اگر کسی مرحلے پر اس کا ظہور ہو جائے تو تم سمیت آسمان پر چمکنے والے تمام ستارے اور سیارے اُس کے سامنے ماند پڑ جائیں اور اُس کے جلووں میں دفن ہو کر رہ جائیں۔

7۔ یہ مکالمہ جاری تھا کہ ساری فضا صبح کی آذان کی آواز سے گونج اُٹھی۔ یہ ایسی گونج تھی جس سے پہاڑ بھی دہل اُٹھتے ہیں۔ گویا اس خدائی پیغام کے ساتھ انسان کو عبادت کے لیے بیدار ہونے کا حکم مل گیا اور مکالمے کرنے والے ستارے بھی اس راز سے آگاہ ہو گئے کہ انسان کو مخلوقات میں اسی لیے اشرف قرار دیا گیا ہے کہ احکامِ الٰہی کے تحت سوتا ہے اور اُنھی کے تحت بیدار ہوتا ہے۔

ہوائے نفس پر کنٹرول اور

اطاعت رسول ﷺ: ایمان کی علامت

ایک حد درجہ جامع حدیث رسول ﷺ کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور حدیث زیر درس کے بیان کے بعد]

حضرات! آج ہم اربعین نووی کی حدیث نمبر 41 کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ جہاں تک ''اربعین'' کے نام کا تعلق ہے، اِس کے اعتبار سے ہم چالیس احادیث پڑھ چکے ہیں، یعنی ''اربعین'' کی تکمیل ہو گئی ہے، لیکن امام نووی نے ''اربعین'' میں دو احادیث کا اضافہ کیا ہے، اُن میں سے ایک وہ ہے جو زیر مطالعہ ہے۔

اِس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص ہیں۔ آپؓ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی دوسری نسل کے اُن چار لوگوں میں سے ایک ہیں جن کا نام ''عبداللہ'' تھا اور جو بہت مشہور ہوئے۔ اِن ''عبادلہ'' میں سے ایک تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے، جو آپؐ کے چچازاد بھائی تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر کی طرف اُن کا خاص میلان تھا۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے، جن میں اتباع سنت کا جذبہ اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ تیسرے صحابی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے، جو جرأت و شجاعت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ جن لوگوں نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا، اُن میں آپؓ بھی شامل تھے۔ اور چوتھے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (راوی حدیث) تھے۔ اُن کا خاص وصف زہد و عبادت تھا۔ اِس معاملے میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپؓ ہی کے بارے میں آتا ہے کہ ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ کو کسی نے اطلاع دی کہ یا رسول اللہ ﷺ! عبداللہ تو ہر روز روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت میں کھڑا رہتا ہے۔ آپؐ نے انہیں طلب فرمایا، اور پوچھا، اے عبداللہ! ''مجھے خبر دی گئی ہے کہ تم ساری رات کھڑے رہتے ہو اور ہر روز روزہ رکھتے ہو؟'' عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ ایسا ہی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو، اس لیے کہ تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے (کہ انہیں آرام پہنچاؤ، یعنی رات کو سوؤ)۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے۔''

اب آیئے حدیث کی طرف!

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ))

(حدیث حسن صحیح رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح)

سیدنا ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی دلی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت اور دین کے تابع نہ ہوں''۔

> اگر آپ حلال وحرام کی پروا کیے بغیر نفس کی خواہش کو پورا کر رہے ہیں، تو گویا اُس کی بندگی اور غلامی کر رہے ہیں اور نفس عملاً آپ کا معبود بن گیا ہے

اس حدیث کا آغاز ''لا یومن'' سے ہوا ہے۔ اِس طرح کی چند اور احادیث بھی ہیں جن کا آغاز ''لا یومن'' سے ہوتا ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ))

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اُس کے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ))

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

ایک اور حدیث ہے:

((وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ)) قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! قَالَ: ((اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ))

''اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں''۔ پوچھا گیا، یا رسول اللہ! کون شخص؟ فرمایا: ''جس کی ایذا رسانی سے اُس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔''

ان احادیث میں ''لا یومن'' کے جو الفاظ آئے ہیں، ان کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا شخص کافر ہو گیا، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ شخص ایمان حقیقی سے محروم ہے۔ ایمان کے دو درجے ہیں، ایک قانونی ایمان ہے۔ جو شخص بھی کلمہ پڑھ لے، وہ مسلمان ہو جاتا ہے، خواہ وہ فاسق و فاجر ہو، وہ چوری اور بدکاری کا مرتکب کیوں نہ ہو، وہ مسلمان ہی تصور کیا جائے گا۔ اُسے گناہ کی سزا تو ملے گی، لیکن اُسے کافر نہیں کہا جا سکتا۔ دوسرا ایمان حقیقی ہے، جو دل میں جاگزیں ہوتا ہے۔ ایمان اگر حقیقی درجے کا ہو تو آدمی کی سب سے بڑھ کر محبت نبی اکرم ﷺ سے ہو گی، وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے گا جو اپنے لیے کرتا ہے، وہ کبھی اپنے پڑوسی کو ایذا نہیں پہنچا سکتا۔

حدیث زیر درس میں فرمایا کہ اُس شخص کو ایمان حقیقی کی دولت حاصل نہیں ہے، جس کی ہوائے نفس شریعت کے تابع نہ ہو۔ ہوا یا خواہش نفس کے دو درجے ہیں۔ اِس سے ایک تو مراد انسان کے جبلی تقاضے ہیں، جنہیں جدید نفسیات میں اڈ یا لبیڈو کہتے ہیں، مثلاً جبلی طور پر انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ کھانا کھاتا ہے۔ اُس کے اندر شہوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور وہ شادی کرتا ہے۔ اِسی طرح اُسے تھکن محسوس ہوتی ہے تو وہ آرام کرتا ہے، وغیرہ۔ یہ جبلی تقاضے ہیں۔

اِن کی تسکین بھی ضروری ہے، مگر انہیں بے لگام نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اِن کو کنٹرول کیا جانا ضروری ہے۔ روزے کی غرض وغایت یہی ہے کہ اِن تقاضوں کو لگام دی جائے۔ یہ بات بھی واضح کر دی جائے متذکرہ جبلی تقاضوں اور خواہشاتِ نفس کو مکمل طور پر کچل دینا مطلوب نہیں، کہ یہ رہبانیت ہے اور اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اِن تقاضوں کو جائز ذرائع سے پورا کیا جانا ضروری ہے۔ اِن کی تسکین کے لیے غلط راستہ اختیار کرنے کی ممانعت ہے۔

ہوائے نفس کا دوسرا مرحلہ وہ ہے، جس میں محض جبلی تقاضوں کی تسکین ہی پیشِ نظر نہیں ہوتی، بلکہ اِس میں تعیش پسندی کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔ کھانا انسان کی ضرورت ہے، لیکن انواع واقسام کے کھانوں کے کئی کئی کورس چل رہے ہیں اور کھانا ضائع ہو رہا ہے، جو کہ یہ اسراف ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہوائے نفس اب پہلے سے بھی زیادہ بے لگام ہو گئی ہے۔ اِسی طرح کپڑے اور لباس آپ کی ضرورت ہے، لیکن یہ کیا، کہ کپڑوں کے اتنے جوڑے ہیں کہ ان کا شمار نہیں۔ یہ ضرورت نہیں، عیاشی ہے۔

جب یہ صورت پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ نفس آپ کا باغی، مخالف اور دشمن بن گیا ہے۔ اگر آپ حلال وحرام کی پروا کیے بغیر نفس کی خواہش کو پورا کر رہے ہیں، تو گویا اُس کی بندگی اور غلامی کر رہے ہیں اور نفس عملاً آپ کا معبود بن گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان میں فرمایا:

﴿ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝﴾

’’(اے نبیؐ) کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔ تو کیا تم اس پر نگہبان ہو سکتے ہو۔‘‘

اِسی طرح سورۃ جاثیہ میں فرمایا:

﴿ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ﴾ (آیت:23)

’’بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور آخرت کے لیے اعمالِ صالحہ میں کوشاں رہے اور پیچھے رہنے والا (فاتر العقل) وہ ہے جو خواہشاتِ نفس کا شکار ہو جائے اور (پھر بھی) اللہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھا رہے۔‘‘

اگر علم ہو جانے کے باوجود حق کی مخالفت ہو رہی ہے، اس کا انکار ہو رہا ہے، اپنے حقیر مفادات، اپنی حیثیت، اپنا مقام، اپنا مرتبہ، اپنی وجاہت اور اپنا اقتدار قبولِ حق میں آڑے آ رہے ہیں، تو یہی درحقیقت نفس کو اپنا معبود بنا لینا ہے۔ قرآن حکیم میں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو اس طرح جانتے اور پہچانتے تھے، جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں، مگر اس کے باوجود وہ آپؐ پر ایمان نہیں لائے۔ کیوں؟ محض اِس لیے کہ اُن کی قیادت وسیادت قائم رہے۔ گویا ہوائے نفس اُن کے قبولِ حق کے راستے کا پتھر بن گئی۔

ہوائے نفس ہلاکت کا باعث ہے۔ اِس کے مقابلے میں جو روش کامیابی و کامرانی کی موجب ہے، وہ نفس کو کنٹرول کرنا ہے، اس منہ زور گھوڑے کو لگام دینا ہے۔ سورۃ النازعات میں نفس کی اِن دو متضاد حالتوں اور اُن کے نتائج کا ذکر آیا ہے۔ اوّل الذکر حالت جہنم میں لے جانے والی ہے اور موخر الذکر جنت میں داخلے کا باعث ہے۔ فرمایا:

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝﴾

’’تو جس نے سرکشی کی، اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا، اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔‘‘

انہی آیات کی ترجمانی نبی اکرم ﷺ نے حد درجہ اختصار کے ساتھ اس حدیث میں فرمائی ہے۔

﴿ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِيَّ ﴾ (رواہ الترمذی)

’’عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور آخرت کے لیے اعمالِ صالحہ میں کوشاں رہے اور پیچھے رہنے والا (فاتر العقل) وہ ہے جو خواہشاتِ نفس کا شکار ہو جائے اور (پھر بھی) اللہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھا رہے۔‘‘

اگر آپ کا آخرت پر ایمان ہے، تو آپ کی بہترین صلاحیتیں آخرت کو سنوارنے میں لگنی چاہئیں۔ اگر آپ آخرت کے لیے صرف اتنی سی کوشش کرتے ہیں کہ انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوا دیں، اور آپ کی ساری جدوجہد اور بھاگ دوڑ دنیا بنانے کے لیے ہے، جسم وجان کی تمام توانائیاں اِسی راہ میں خرچ ہو رہی ہیں، تو اِس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دنیا آپ کا معبود بن چکی ہے۔ اگرچہ دنیا کی ضروریات کی فراہمی کے لیے محنت ومشقت اور تگ ودو بھی ضروری ہے اور اسلام اِس سے منع نہیں کرتا، بلکہ اکلِ حلال کی ترغیب دیتا ہے، مگر دنیا کے لیے محنت اتنی ہو جس قدر ضرورت ہو۔ اِس لیے کہ اگر آدمی کی ضروریات کے لیے تھوڑی چیز اور کم سرمایہ بھی مل جائے جو کفایت کر جائے، تو وہ اِس زیادہ سرمائے سے کہیں بہتر ہے جو غافل کر دے۔ اگر تھوڑے روپے پیسے سے بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہیں پڑ رہا، تو پھر زیادہ کی حرص وہوس نہیں کرنی چاہیے۔ مال ودولت جتنا زیادہ ہوگا، اللہ تعالیٰ سے غافل کرے گا، پھر یہ کہ روزِ محشر اُس کا حساب بھی اِسی قدر مشکل ہوگا۔

قرآن حکیم میں نفس کی پیروی کے ضمن میں کئی مقامات پر ’’اتباعِ ھوا‘‘ کا ذکر آیا ہے۔ کہیں کسی مثال کے ذریعے اس کی شناعت اور ہلاکت کو سمجھایا گیا ہے، اور کہیں نہی کے صیغے میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

سورۃ الاعراف میں بلعم بن باعورہ کا ذکر ہے۔ وہ ایک صاحب کرامت بزرگ، عالم، زاہد اور پرہیز گار شخص تھا، لیکن جب نفس کے پیچھے لگا، تو پستیوں کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ اس کے تذکرہ میں فرمایا:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾

’’اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں۔ (اور ہفت پارچہ علم شرائع سے مزین کیا) تو اس نے ان کو اتار دیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ

گیا۔ تو اُس کی مثال کتے کی ہو گئی، کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یونہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ تو (اُن سے) یہ قصہ بیان کر دو، تاکہ وہ فکر کریں۔"

سورۃ الکہف میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا:

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾

"اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے، اس کا کہنا نہ ماننا۔"

اِسی طرح سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کے ضمن میں فرمایا:

﴿فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى﴾

"تو جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلتا ہے (کہیں) تم کو اس (کے یقین) سے روک نہ دے تو (اس صورت میں) ہلاک ہو جاؤ۔"

سورۃ القصص میں ایسے شخص کو جو نفس کا پجاری ہو، سب سے بڑا گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (آیت:50)

"اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔"

سورۂ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا گیا:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (آیت:26)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا، کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔"

سورۃ المائدہ میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (آیت:48)

"جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے، اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہش کی پیروی نہ کرنا۔"

حدیث زیر درس کا حاصل ہے کہ بندۂ مومن نفس کی

جبلی تقاضوں اور خواہشات نفس کو مکمل طور پر کچل دینا مطلوب نہیں، کہ یہ رہبانیت ہے اور اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اِن تقاضوں کو جائز ذرائع سے پورا کیا جانا ضروری ہے

پیروی نہ کرے، بلکہ اُس چیز کی پیروی کرے، جو نبی اکرمؐ لے کر آئے، آپؐ کی اطاعت کرے۔ آپؐ کی اطاعت ایمان حقیقی کا ثبوت ہے۔ اگر رسول ﷺ کی اطاعت ہے، تو ایمان ہے، اور اگر آپؐ کی اطاعت سے انحراف ہو رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ایمان موجود نہیں ہے۔ نبی ﷺ کی اطاعت کا مظہر آپؐ کی سنت کی تعمیل ہے۔ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہے۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اُس چیز کی پیروی نہ کرلے جو میں لایا ہوں۔ آپؐ دو چیزیں لائے۔ ایک قرآن حکیم ہے۔ اس کی تعلیم اور اُس کے احکامات پر چلنا لازم ہے۔ یہاں پر بھی واضح ہو کہ قرآن مجید کے عام کو خاص یا خاص کو عام کرنے کا آپؐ کو حق حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے آپؐ نے سورۃ النور میں زانی کی جو سزا (سوکوڑے) آئی ہے، اُسے غیر شادی شدہ زانی مرد اور عورت کے لیے خاص کیا ہے۔ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے جو سنت سے ثابت ہے۔ حضور جو دوسری چیز لائے وہ سنت ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اوتیت القرآن و مثلہ معہ))

"مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس جیسی دوسری چیز (یعنی سنت) دی گئی۔"

سنت رسول ﷺ بھی حجت ہے۔ اِس کی پیروی بھی ضروری ہے۔ یہ فکر بہت بڑی گمراہی ہے کہ سنت سے احکامات شریعت ثابت نہیں ہوتے۔ یہ گمراہی گزشتہ سوسوا سو سال سے بہت تیزی کے ساتھ ہمارے معاشرے میں پھیلی ہے، جب سے سائنس وفلسفہ اور مغربی تہذیب یہاں آئی۔ حجیت حدیث کا انکار حدیث کا استخفاف ہے، اور اِس جرم میں علامہ مشرقی، غلام احمد پرویز، عبداللہ چکڑالوی اور اسلم جیراج پوری جیسے لوگ ملوث رہے ہیں، جنہیں ہمارے ہاں ماڈرنسٹ کہا جاتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی شرارتوں سے بچائے اور قرآن وسنت رسولؐ کی صحیح معنوں میں پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) [تلخیص: محبوب الحق عاجز]

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن و بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے پانچ خطبات جو سالانہ محاضرات 1991ء میں دیئے گئے

حقیقت ایمان

تسوید و ترتیب: مولانا ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

اہم موضوعات: o ایمان کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم o ایمان کا موضوع o قانونی اور حقیقی ایمان کا فرق اور ان کے ضمن میں کلامی مباحث o ایمان و عمل کا باہمی تعلق o ایمان اور نفاق o ایمان حقیقی کے سرچشمے

اشاعت خاص: 120 روپے اشاعت عام: 60 روپے

تنظیم اسلامی کے آل پاکستان اجتماع عام کے موقع پر رفقائے تنظیم کے نام

بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا پیغام

محترم رفقائے تنظیم اسلامی ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سب کو تنظیم اسلامی کے آل پاکستان اجتماع کا انعقاد مبارک ہو!

تنظیم اسلامی کو قائم ہوئے اب 33 سال سے زائد ہو گئے ہیں، گویا کہ اس کی عمر ثلث صدی سے متجاوز ہو گئی ہے ——— اس عرصے کے دوران ہماری پیش رفت دھیمی لیکن مسلسل اور مستقل (slow but steady) رہی ہے۔ تاہم اب محسوس ہو رہا ہے کہ اس کی رفتار میں تیزی آ سکتی ہے! بہر حال جو کچھ اب تک ہو سکا ہے سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور آئندہ بھی کلیۃً اسی کی توفیق و تیسیر پر بھروسہ ہے۔

اس موقع پر ایک جانب تو ہم میں سے ہر ایک کو خود اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی قوت و توانائی، صلاحیت و مہارت، اور اوقات و وسائل کا کس قدر حصہ اقامت دین کی جدوجہد میں صرف کر رہا ہے ——— اور پھر شعوری فیصلے کی ضرورت ہے کہ وہ اس میں فوری طور پر معتدبہ اضافہ کر دے گا ——— تاکہ تحریک کی مجموعی رفتار میں ترقی ہو!

اور دوسری جانب ان خطرات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے جو عموماً تحریکوں اور جماعتوں کو اپنے توسیعی مرحلے میں پیش آتے ہیں: یعنی یا تو تحریک اپنے کسی داخلی ضعف کے باعث یا کسی خارجی دباؤ کے تحت یا کسی راہ یسیر (short cut) کے لالچ میں اپنے طے شدہ راستے سے انحراف اختیار کر لیتی ہے، جو آغاز میں تو بہت خفی ہوتا ہے لیکن بالآخر تحریک کی نوعیت ہی تبدیل کر دیتا ہے ——— یا اس کا اصل انقلابی جوش و خروش ختم ہو جاتا ہے، تاہم وہ ﴿مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (العنکبوت:25) کی مصداق بن کر ایک ''فرقے'' کی شکل اختیار کر لیتی ہے ——— اُمت مسلمہ کو اپنی چودہ سو سالہ تاریخ کے دوران ایسے بہت سے حادثات سے دوچار ہونا پڑا ہے ——— اور ہمارے اردگرد بھی اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں!

اس خطرے کے سدّباب کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے انقلابی فکر اور تنظیمی و تحریکی منہج کے بعض اساسی مسلّمات کو ہمیشہ مستحضر رکھیں اور ان کے ضمن میں کسی ذہول اور نسیان کو راہ نہ پانے دیں ——— یہ مسلّمات مختصراً درج ذیل ہیں:

1) ہمارا نصب العین صرف اور صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کا حصول ہے!

2) ہماری اجتماعی جدوجہد کا ہدف اور مقصود اللہ کے دین کو بہ تمام و کمال ایک مکمل نظام اجتماعی کی شکل میں نافذ کرنا ہے اور یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی ہدف ہے!

3) ہماری دعوت کا مرکز و محور قرآن ہے!

4) ہمارا طریق تربیت و تزکیہ بھی ''خانقاہی'' نہیں، انقلابی یعنی نبوی طریق تزکیہ پر مبنی ہے!

5) ہماری تنظیم کی اساس ''بیعتِ سمع وطاعت فی المعروف'' پر قائم ہے! اور

6) ہمارا منہج سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ و مستنبط ہے!!

امور مندرجہ بالا کا ہمہ وقت ''استحضار'' تو ہر رفیق تنظیم کے لیے لازم ہے۔ البتہ جن کو بھی اللہ تعالیٰ نے تفکر و تدبر کی صلاحیت سے زیادہ نوازا ہے، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان امور کے ضمن میں خود نظم جماعت کے ساتھ بھرپور طور پر پیوستہ رہتے ہوئے تحریکی و تنظیمی رخ کا ایک ناقدانہ نگاہ سے جائزہ لیتے رہیں، تاکہ اقامت دینِ حق کے اس قافلے کو کسی بھی فکری یا عملی کج روی سے حتی الامکان محفوظ رکھا جا سکے!

میں اپنی حیاتِ دنیوی کی آخری سرحد پر کھڑا ہو کر اپنے اور آپ کے لیے دعا گو ہوں کہ ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ'' آمین یارب العالمین!!!

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

رفقائے تنظیم اسلامی کے نام

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تنظیم اسلامی کا یہ کُل پاکستان اجتماع دو سال کے وقفے سے منعقد ہو رہا ہے۔قبل ازیں اکتوبر 2006ء میں اس کا انعقاد، اسی مقام پر، یعنی فردوسی فارم دراجکے سادھوکی میں ہوا تھا۔میں اپنے تمام واجب الاحترام رفقاء واحباب کو اس اجتماع میں تشریف آوری پر اپنی جانب سے اور مرکزی ذمہ داران کی جانب سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ اَھْلاً وَّ سَھْلاً

یہ اجتماع دراصل ان بندگانِ خدا کا اجتماع ہے جو ''یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ'' کے جذبے سے سرشار، ربّ کی رضا جوئی کی خاطر اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا عزم لے کر، اللہ سے تجدید عہد وفا کر کے شریکِ قافلۂ تنظیم ہوئے ہیں۔جو اپنی ذات اور اپنی حیات کو ہی نہیں، اپنے اہل خانہ، اپنے معاشرے اور اپنے وطن یہاں تک کہ ربّ کی پوری دھرتی کو اللہ کے دین کے تابع کرنے کی خاطر سعی پیہم کا عزم رکھتے ہیں۔وہ جانتے ہیں کہ اپنے وجود پر اللہ کے دین کو قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ملک وقوم اور ریاست وحکومت کی سطح پر بھی اللہ کی حاکمیت کے نظام کو قائم کرنے کی جہد مسلسل کرنا، اور اس راہ میں حائل باطل نظریات، باطل نظام اور باطل قوتوں سے ہر سطح پر پنجہ آزمائی کرنا ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا اور نہایت اہم دینی فریضہ ہے۔انہیں خوب معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا امتحان پاس کرنے کے لئے ان تمام مراحل سے عزم اہمیت کے ساتھ گزرنا اور اس راہ کی مشکلات و تکالیف پر صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا ناگزیر ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

یہ اجتماع تاریخ کے ایک ایسے نازک موڑ پر منعقد ہو رہا جب ابلیسی اور دجالی قوتیں اسلام کو مٹانے اور ملک خداداد پاکستان کے حصے بخرے کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔اور اپنے ناپاک ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے بھرپور طور پر سرگرم عمل ہیں...... جبکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ پاکستان کا استحکام ہی نہیں، اس کی بقا بھی صرف اور صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔پاکستان میں دین حق کا قیام اور قرآن وسنت کی مکمل بالادستی ہی اسے اسلام کا ایک ایسا مضبوط قلعہ بنا سکتی ہے جو ان شاء اللہ بالآخر افغانستان کے ساتھ مل کر عالمی غلبہ اسلام کی راہ ہموار کرے گا۔گویا غلبہ واقامت دین کی جدوجہد ہمارا بنیادی دینی فریضہ تو ہے ہی، پاکستان کی بقا کے لیے بھی ایک ناگزیر ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے۔

ان حالات میں یہ اجتماع، قافلۂ تنظیم میں شریک تمام ساتھیوں کے لئے اللہ کی جانب سے عطا کردہ ایک بہترین موقع ہے جس میں ہمیں موقع ملے گا کہ:

(i) تہہ دل سے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ''آ و سجدے میں گریں، لوح جبیں تازہ کریں'' کے انداز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد بندگی اور عہد وفا کی ازسرنو پورے عزم اور جذبہ کے ساتھ تجدید کریں۔

(ii) پاکستان کے طول وعرض سے ہی نہیں، بیرون پاکستان سے بھی آئے ہوئے اپنے ہم قافلہ ساتھیوں سے ملاقات اور اُن کے تعارف کا شرف حاصل کریں۔دور دراز سے آئے ہم سفر ساتھیوں سے ملاقات نہ صرف باہم حوصلہ افزائی کا موجب ہوتی ہے اور اُس سے ''رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ'' کی مطلوبہ فضا جنم لیتی ہے بلکہ یہ چیز رب کی رضا کے حصول کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔

(iii) اس تنظیمی وتحریکی فکر کو ایک بار پھر تازہ کریں جو قرآن وسنت سے ماخوذ دین کے ہمہ گیر تصور اور مطالبات دین پر مشتمل ہے۔

(iv) اور— ''اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں'' کے مصداق دین کی شہادت واقامت کے اس مبارک کام کو تیز تر کرنے کی خاطر اک ولولۂ تازہ لے کر اجتماع گاہ سے رخصت ہوں۔اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا (آمین یا رب العالمین)

احقر عاکف سعید عفی عنہ

تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

طیب میر

ناکامی کیوں ہمارا تماشا دیکھ رہی ہے؟ ہمارا منہ چڑا رہی ہے اور ہمارے استقبال کی منتظر ہے؟ کیا وہ سب خون جو تحریکِ پاکستان سے لے کر موجودہ تحریکِ حصولِ انصاف تک بہا ہے، یونہی رایگاں چلا جائے گا؟ اور کیا ان سب تحریکوں کا منطقی انجام یہی ہے کہ خون کوئی دے، ماریں کوئی کھائے اور بعد میں مزے کوئی اور کرے؟ کیا دنیا کے معاشروں میں اٹھنے والی تحریکوں کا انجام یہی ہوتا ہے یا یہ صرف ہماری ہی بدقسمتی ہے؟ کیا ہم ہمیشہ ایسے ہی سہانے خوابوں کے سہارے جیتے تعبیر کو ترستے رہیں گے؟ کیا آزادی، انصاف، ترقی ہم صرف کتابوں میں پڑھیں گے؟ اور یہ کبھی ہمارا مقدر نہیں بنیں گی؟ تحریکِ پاکستان سے تحریکِ نظامِ مصطفیٰ اور پھر اب تحریکِ حصولِ انصاف یا وکلاء تحریک تک ہم ہر دفعہ کیوں منزل تک نہیں پہنچ پاتے۔ اتنی ان تھک محنت کے بعد اگر کامیابی ملتی بھی ہے تو صرف جزوی کیوں؟ معاملہ ہر دفعہ وہی ہوتا ہے اور اس کا انجام بھی تقریباً وہی۔ تحریک، پاکستان حاصل کرنے کی ہو، ملک میں نظامِ مصطفیٰ نافذ کرنے کی یا اس میں قانون کی حکمرانی قائم کی، نہ جانے ہمیشہ بیچ رستے سے کیوں اچک لی جاتی ہے؟ کون ہے جو اتنے بڑے پیمانے پر ہونے والی عوامی جدوجہد کے باوجود ہمارے حکمران طبقے کی ڈوریاں ہلا رہا ہے اور ہمارے فیصلے کر رہا ہے؟ تحریکِ پاکستان کی کامیابی کے باوجود ہمیں کشمیر کیوں نہ مل سکا؟ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کو اپنے اصل ہدف کی بجائے کیوں اینٹی بھٹو تحریک میں بدل دیا گیا اور موجودہ وکلاء تحریک کو اینٹی مشرف تحریک کیوں بنا دیا گیا۔ ہم آج تک ہم اس ملک میں نظامِ مصطفیٰ نافذ نہیں کر سکے اور اگر اب خدانخواستہ یہ ناکام ہوئے تو شاید کبھی انصاف اور آزاد عدلیہ بھی نہ دیکھ پائیں۔ اور پھر اگر کبھی آزادی، انصاف، ترقی اور خود مختاری سے ملنے کا شوق ہوا تو اس کو دیکھنے سات سمندر پار جائیں گے؟

جناب افتخار محمد چودھری نے یقیناً کلمۂ حق بلند کیا اور کسی قسم کے خطرے کی پروا کیے بنا اس آگ میں کود پڑے۔ خود بھی کفارہ ادا کیا اور اپنے "کنبے" کو بھی ساٹھ سال کے گناہوں سے معافی طلب کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اُن کے ایک حرفِ انکار نے امکان پیدا کر دیا کہ ساٹھ سال سے جاری انصاف کے نام پر قانون اور آئین کی دھجیاں اڑانے کا سلسلہ بند ہو۔ ظالم ظلم، نا انصافی، ملکی وسائل کی بندر بانٹ سے رک جائیں اور پوری ریاستی مشینری کی تمام تر توانائیاں ان کے پر کاٹنے میں خرچ ہونے لگیں۔ یہ امکان دیکھ کر سالوں سے پسے ہوئے عوام گھروں سے باہر نکلے اور ملک کے کونے کونے سے جوق در جوق ان کے شانہ بشانہ چلنے لگے۔ نتیجتاً منظر بدلنے لگا۔ مگر ابلیس اور اس کے کارندے کب سکون سے بیٹھتے ہیں؟ وہ تو اپنے مکر و فریب کے جال مسلسل بن رہے ہیں۔ Plan A, Plan B, Plan C کے نام سے کئی چالیں ان کی بساط پر تیار کھڑی رہتی ہیں اور ظاہر ہے اس نخلِ کہن کو سرنگوں، کون کرنے دیتا ہے جس کی شاخیں ابلیسی آبیاری سے بلند ہوں۔ Plan A تو اب سب کو فیل ہوتا نظر آ رہا تھا، لہٰذا مردانِ حر کی بینا آنکھ نے تو نوشتۂ دیوار پڑھتے ہوئے Plan B پر کام شروع کر دیا مگر غلاموں کی اس فوجِ ظفر موج نے ہمیشہ کی طرح ذرا سی ہل چل کو ہی کل محنت سمجھ لیا اور پھر لگی خوابِ غفلت کا مزا لینے۔ جس کا نتیجہ اب ایک مرتبہ پھر وہی بن رہا ہے کہ محنت کسی نے کی، قربانیاں کسی دیں اور پھل کوئی کھا رہا ہے۔ ذرا اس پورے ڈرامے پر نظر ڈالیں تو حقیقت آسانی سے واضح ہو جائے گی۔

9 مارچ 2007ء پرویز مشرف کی رخصتی کی ابتدا تھی جس کا ادراک کرتے ہوئے امریکیوں نے اسی وقت علی الاعلان کہا تھا کہ وہ پرویز مشرف پر 10 ارب ڈالر سے زیادہ کی سرمایہ کاری کر چکے ہیں جس کو وہ کسی صورت ضائع نہیں ہونے دیں گے اور اپنی اسی سرمایہ کاری کو بچانے کی خاطر ابلیس کے ان کارندوں نے ہر قسم کے خونی کھیل کی کھل کر پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کی اور اپنے کارندوں کے ذریعے معصوم شہریوں کو نہ صرف بیچ سڑک کے قتل کروایا بلکہ زندہ بھی جلوایا اور دوسری طرف وہ اپنے مکر و فریب کا ایسا جال بن گئے کہ تبدیلی کو ترستے عوام کے ساتھ ایک دفعہ پھر ایسا ہاتھ ہوا کہ جس کا علاج ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک اور عہدِ خوں رنگ گزر جائے گا۔

کہنے کو تو مشرف جا چکا ہے اور منصبِ صدارت پر عوامی نمائندہ براجمان ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وکلاء کی ڈیڑھ سالہ تحریک کا حاصل صرف ایک چہرے کی تبدیلی ہے، اور کچھ بھی تو تبدیل نہیں ہوا۔ نہ صدارتی اختیارات، نہ معاشی بدحالی، نہ وزرا کے بیانات، نہ مشیران کے مشورے، نہ لمبی چوڑی گاڑیاں، نہ عیاشی کے لچھن۔ حالانکہ رائج الوقت "عوامی حاکمیت" کے نظام کے تمام تقاضوں کو پورا کر لیا گیا ہے۔ یعنی پر امن تحریک چلی، انتخابات ہوئے، پارلیمنٹ آئی، حکومت قائم ہوئی اور عوام لڑ کر، تھک کر اور بالآخر رو کر یہ سوچ بیٹھے کہ شاید اب ان کے جلائے ہوئے امید کے دیئے صبحِ روشن تک ان کا ساتھ دیں گے مگر جیت (چاہے وقتی ہی سہی) ایک مرتبہ پھر اہلِ ہوس کی ہوئی۔ انہی خطرات اور نتائج کو علامہ اقبال اس نظام کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں

آ تجھ کو بتاؤں رمزِ آیہء ان الملوک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

سب سے بڑھ کر ستم تو یہ ہے کہ وہ جو اس سارے تماشے کا ذمہ دار اور خون کی اس ہولی کا چیمپئن کھلاڑی تھا، وہ تو آج بھی پر سکون بیٹھا ہے۔ ہر حکومتی عہدے دار اس کو تحفظ دے رہا ہے، اس کے لیے محفوظ راستہ یقینی بنا رہا ہے، اس کے ادھورے چھوڑے کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہا ہے، مگر دوسری طرف جسٹس محمد افتخار چودھری جو ساری تبدیلی کے محرک تھے، جنہوں نے اس قوم کے تنِ مردہ میں جان ڈالی، غریبوں کو انصاف کی امید دلوائی، لاپتہ لاچار اور بے بس لوگوں کے حقوق کے لیے سرگرم ہوئے وہ نہ صرف آج بھی انصاف کا طلبگار ہیں بلکہ سب اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ کوئی اُن کی کردار کشی کے جواز تراش رہا ہے، کوئی انہیں عدلیہ سے مستقل بے دخل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ جناب صدر کہہ رہے ہیں (باقی صفحہ 22 پر)

سالانہ اجتماع کے مقاصد اور ہماری ذمہ داریاں

حافظ محمد مشتاق ربانی

انسانی تاریخ کے ہر دور میں اجتماعیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے لیکن اسلام نے اجتماعیت کو غیر معمولی حیثیت دی ہے۔ دراصل اجتماعیت کے بغیر اسلام نامکمل ہے۔ مثلاً انفرادی نماز کے مقابلہ میں باجماعت نماز ستائیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔ جمعۃ المبارک کا بنیادی فلسفہ اجتماعیت قائم رکھنا ہے اور عیدین کا مقصد بھی اجتماعی خوشی کو فروغ دینا ہے۔ چنانچہ اسلام کے بیشتر امور اجتماعیت کے بغیر ادا نہیں کیے جاسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک نظریاتی، اصولی اور فلاحی مملکت کے قیام کو ناگزیر قرار دیتا ہے۔

اجتماعات تحریکوں کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور کارکنان جماعت کو منظم، متحرک اور مربوط رکھنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء بھی اسرہ جات کی صورت میں جمع ہو کر تنظیمی امور کے بارے میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ مہینے میں ایک عمومی اجتماع ہوتا ہے جس میں تنظیم کے فکر کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں سال میں مرکز کی طرف سے کسی بھی مقام پر اجتماع منعقد کیا جاتا ہے تاکہ کم از کم سال میں ایک مرتبہ تو رفقاء کی باہمی ملاقات ہو سکے۔ یہ سالانہ اجتماع تمام رفقاء کے لیے لازمی ہوتا ہے۔ اس مرتبہ یہ اجتماع دراجکے میں (سادھوکے) 4,3,2 نومبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ رفقاء کو چاہیے کہ اس میں پورے ذوق وشوق سے شرکت کریں۔ ایسے سالانہ اجتماعات کی اپنی قدر و قیمت ہوتی ہے جس کے بارے میں مولانا مودودیؒ نے ایک اجتماع کے موقع پر فرمایا:

”یہاں اجتماع کے لیے دعوت عام دی گئی تھی اور اعلان کیا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ ارکان شریک ہونے کی کوشش کریں مگر کچھ افراد عذر معقول کے بغیر نہیں آئے بلکہ کچھ نے عذر پیش کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ لوگوں کے لیے ان کے معمولی کام، ان کے روزمرہ کے مشاغل، ان کے خانگی امور، ان کے دنیوی مفاد اس سے بڑھ کر اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ جماعت کی پکار پر لبیک کہیں اور اسی بنا پر وہ غیر اولی الضرر ہونے کے باوجود بیٹھے رہ گئے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے کچھ رفقاء کو اس کام سے حقیقی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر فی الواقع وہ جانتے کہ یہ اجتماع کیا معنی رکھتا ہے اور جماعت کی پکار سے ان پر کیا لازم ہے اور جو عہد انہوں نے اپنے رب سے کیا ہے اس سے کیا ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں تو سخت سے سخت مشغولیت کو بھی یہاں کی حاضری پر ترجیح نہ دیتے“۔

سالانہ اجتماع کے مقاصد

سالانہ اجتماع سے کئی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ ان مقاصد کا ایک لفظی عنوان ”تذکیر“ ہے۔ تاہم اگر اس بات کو کھولا جائے، تو اس کے کئی پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔

1۔ تجدید فکر:

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی فکر میں عموماً تین طرح کی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ کبھی یہ فکر افراط کا شکار ہو جاتی ہے، کبھی تفریط کی طرف جھکتی نظر آتی ہے اور بسا اوقات زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ ان تینوں صورتوں کا علاج ایک تو فکر کا احتساب ہے اور دوسرا تنظیم کے ہر پروگرام میں شرکت کو لازمی خیال کرنا ہے۔ سالانہ اجتماع کا اولین پہلو یہی ہے کہ ہم اپنی فکر کی تجدید کر سکیں اور ویسے بھی رفقاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فکر میں وسعت اور پختگی پیدا کریں۔ اقبال نے کہا تھا

آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

2۔ تربیت:

تربیت کے مختلف پہلو اور طریقے ہوتے ہیں لیکن عملی طور پر کسی کام کو انجام دینا تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اجتماع کے لیے دور دراز سے صعوبت سفر برداشت کر کے آنا، کاروبار کو بند کرنا، گھر کے آرام وسکون کو خاطر میں نہ لانا اور طبیعت کے موافق کھانا نہ ملنا، اسی طرح کے اور دیگر امور ہیں جن سے رفقاء واحباب کی تربیت ہوتی ہے اور ایسے ہی مسلسل مشغول رہنا رفقاء میں اقامت دین کے مشن کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ یہ تربیت انقلابی کارکنوں کے لیے غذا کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ تربیت یافتہ رفقاء ہی تنظیم کے تقاضوں کو بخوبی جانتے ہیں جیسے اکبر الٰہ آبادی نے کہا۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل، جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر تعمیر نہ کر، بنیاد نہ رکھ

3۔ تحریک:

سالانہ اجتماع کا مقصد رفقاء میں تحریک پیدا کرنا بھی ہے۔ جب رفقاء بھاگ دوڑ کرتے ہیں تو ان کی لگن تنظیم کے لیے مزید گہری ہوتی ہے۔ حرکت اور تحریک ہی تنظیموں کو آگے بڑھنے پر مجبور کرتی ہیں اور اگر یہ تحریک رفقاء میں ختم ہو جائے تو تنظیم آگے بڑھنے سے رک جاتی ہے۔ جیسے۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اِک بہانہ

4۔ تعلیم وتعلّم:

اس اجتماع سے تعلیم وتعلم کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ اکابرین تنظیم یہ کوشش کرتے ہیں کہ کم سے کم وقت میں رفقاء کو زیادہ سے زیادہ دینی تعلیمات بہم پہنچا سکیں اور دوسری طرف رفقاء کے طرزِ عمل اور ان کے سوالات سے امراء تنظیم کو عملی تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ مزید برآں اجتماع کے ذریعے تمام رفقاء کو امیر محترم کے خیالات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے گا۔

5۔ جائزہ:

اکابرین تنظیم اور خصوصاً امیر تنظیم اسلامی کو بہتر طریقے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مجموعی طور پر رفقاء کس قدر منظم، متحرک اور مربوط ہیں، رفقاء کی سوچ کس سمت سفر کر رہی ہے اور اپنی فکر سے کس قدر دلچسپی رکھتے ہیں۔ دوسری طرف رفقاء کو بھی اچھے طریقے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امیر محترم کے سامنے اس وقت کیا ترجیح ہے اور وہ ہمیں کس جانب لے جا رہے ہیں۔

6۔ اجتماعیت کا احساس

سالانہ اجتماع سے رفقاء میں یہ احساس بھی بیدار کرنا مقصود ہے کہ ہم منزل کی جانب اکیلے ہی سفر نہیں کر

رہے ہیں بلکہ ہمارے ساتھ دوسرے افراد بھی نفاذ شریعت کے لیے کوشش کر رہے ہیں، ان میں بوڑھے، جوان، خواتین، غریب، امیر ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ یہ چیز رفقاء کو مزید حوصلہ فراہم کرتی ہے۔

7۔ ربط و تعلق

رفقاء میں باہمی ربط و تعلق انتہائی ضروری ہے جو کہ ایسے اجتماعات منعقد کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بہت سے رفقاء ہوتے ہیں جو ''منفرد'' ہوتے ہیں۔ انہیں بھی کم از کم سال میں ایک مرتبہ اجتماعیت میں باقاعدہ قدم رکھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ علاوہ ازیں رفقاء کو امراء سے ملاقات کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اکٹھے رہنے سے میل جول کی فضا قائم ہوتی ہے جو محبت کو فروغ دیتی ہے۔

8۔ عزم نو:

جب رفقاء کو اقامت دین کے کام کی اہمیت کی یاددہانی ہوتی ہے، تو مختصر سے عرصے میں تربیت پانے کے بعد ان میں کام کرنے کا از سر نو عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیں اگر اجتماع میں شرکت کے باوجود کوئی نیک جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو کسی حد تک اجتماع کا مقصد رائیگاں جاتا ہے۔

ہماری ذمہ داریاں

اب آیئے، اس بات کا جائزہ لیں کہ اجتماع کے حوالے سے ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں:

1۔ نظم وضبط:

اجتماع کے سلسلہ میں ہماری اولین ذمہ داری یہ ہے کہ نظم وضبط قائم کریں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم منتظمین کی دی ہوئی ہدایات پر سختی سے عمل کریں۔ اجتماع کا نظم جہاں بہتر انتظامات سے وابستہ ہے، وہاں یہ شرکاء اجتماع سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ نظم وضبط کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کریں۔

2۔ خوش خلقی:

اگر آپ رحماء بینھم کی عملی تصویر بننا چاہتے ہیں تو خوش خلقی جیسے وصف کو اپنے لیے لازم کر دیجئے۔ ہر رفیق دوسرے ساتھی سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرے اور خصوصاً ہمارا رویہ ذمہ دار افراد کو پریشان نہ کرے، ویسے بھی اسلام ہمیں ہر جگہ بہترین اخلاق اپنانے کی پُر زور تاکید کرتا ہے۔ ایسے مواقع پر تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

3۔ ایثار

نہ صرف اجتماع میں بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ایثار کا مظاہرہ کیجئے۔ اگر آپ کو کسی چیز کی خود ضرورت ہے تو آپ اپنی ضرورت کو قربان کر کے وہ چیز کسی دوسرے فرد کو دے دیں، قرآن حکیم نے ایثار کو مومنین کی صفت قرار دیا ہے۔ ایسی صفت کی ضرورت ایسے مواقع پر اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا اجتماع کے دوران ہمارے رویہ سے اس صفت کی بھرپور عکاسی ہونی چاہیے۔ خصوصاً کھانے کے دوران اس عظیم صفت کا بھرپور مظاہرہ ہو۔

4۔ نفاست

نفاست کی ضرورت ہر لمحہ اور ہر جگہ ہے لیکن ایسے دینی اجتماع میں اس کی ضرورت اور اہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھیں، اپنے ماحول کو خوشگوار بنائیں اور نفاست کی ترغیب دوسرے افراد کو بھی دیں۔ یہی نفاست ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور ویسے بھی اسلام کا مجموعی مزاج نفاست کا خیال رکھتا ہے۔

5۔ استماع:

اس سے مراد مقررین کی گفتگو کو کان لگا کر سننا ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ ایک مقرر گفتگو کر رہا ہو اور ہم اونگھ رہے ہوں یا نیند کے مزے لے رہے ہوں۔ ہمیں ہر تقریر کے دوران خاموشی اختیار کرنی چاہیے اور دوران تقریر ہمیں اجتماع گاہ سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ اگر ہم نے اس ذمہ داری کو پورا نہیں کیا تو گویا اجتماع کے مقاصد کو پورا نہیں کر سکے۔

6۔ انفرادی احساس:

ہر شخص کو اجتماع کے کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ انفرادی احساس سے ہی اجتماعی احساس ابھرتا ہے۔ ہمیں ان افراد کی طرح نہیں ہونا چاہیے کہ جن کو کسی بادشاہ نے رات کے اندھیرے میں خالی تالاب کو دودھ سے بھرنے کے لیے کہا لیکن اندھیرے میں ہر شخص تالاب میں دودھ کی بجائے پانی ڈالتا گیا کہ اس اکیلے کے پانی ڈالنے سے کیا فرق رونما ہوگا مگر صبح وہ تالاب دودھ کی بجائے پانی سے بھر گیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں انفرادی احساس پیدا کرنا چاہیے کہ کوئی اپنی ذمہ داریاں پوری کرے یا نہ کرے، ہمیں بہر صورت اپنے فرائض کو ادا کرنا ہے۔

7۔ مشکوک افراد پر نظر:

ملک کے نازک حالات سے تقریباً سبھی واقف ہیں کہ یہاں آئے روز دہشت گردی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اجتماع میں اگرچہ سیکیورٹی کا مناسب انتظام ہوگا لیکن یہ بات واضح ہے کہ جو حفاظت آدمی خود اپنی کر سکتا ہے، دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے اردگرد کے ماحول پر عقابی نظر رکھیں کہ کوئی مشکوک شخص اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اگر کسی مشکوک آدمی پر نظر پڑے تو اس سے غفلت نہ برتیں بلکہ اپنے ذمہ دار افراد کو مطلع فرمائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ یقین رکھیں کہ ہماری اصل محافظ خدا کی ذات ہے۔ وہی ہماری حفاظت کرنے والا ہے۔

8۔ وقت کی پابندی:

اجتماع آپ سے تقاضا کرتا ہے کہ ہر پروگرام میں متعین وقت میں حاضر ہوں اور پروگرام کے اختتام پر ہی اپنی نشست کو چھوڑیں۔ ایسا ممکن ہے کہ اجتماع کے دوران کسی ایسے موضوع کو شروع کر دیا جائے جو آپ کی طبیعت کے لیے ناگواری کا باعث بنتا ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس پروگرام میں شرکت نہ کریں یا غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کریں۔

9۔ منتظمین کی ہدایات پر عمل:

تین دن کیسے بسر کرنے ہیں، اس کی پوری تفصیل آپ کو مل ہی جائے گی لیکن ہم اس پروگرام کو اسی صورت بہتر بنا سکتے ہیں، جب ہم اپنے منتظمین اجتماع کی ہدایات پر خود ہی سختی سے عمل کریں، جیسے اپنی آمد کے وقت تعارفی کارڈ حاصل کرنا، اپنی متعین شدہ رہائش گاہ بغیر اجازت کے نہ چھوڑنا اور اسی طرح کی دیگر ہدایات پر عمل کر کے ہی ہم اپنے اجتماع کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔

10۔ اجازت:

اگر ہم کسی ضروری کام کی غرض سے باہر جانا ضروری محسوس کریں تو ہمیں اپنے امیر سے اجازت لیے بغیر نہیں جانا چاہیے اور اگر کسی مصلحت کی بنا پر امیر آپ کو اجازت نہ بھی دیں تو ناراضی کا اظہار ہرگز نہ کریں بلکہ خوش دلی سے ان کی ہدایات پر عمل کریں۔ اگر ہم بغیر اجازت کے باہر جا رہے ہیں تو یہ عمل ہمیں اور امراء دونوں کو پریشان کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہمیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس نے پرخطر حالات میں بھی ہمیں اقامت دین کی جدوجہد کے لیے اکٹھے کیا اور مختلف رنگ، نسل اور زبان رکھنے والے افراد کو اپنی سکینت کے سائے تلے جگہ عنایت کی۔ ایک مرتبہ پھر یاد رکھیں ہمیں اجتماع کے مقاصد اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوگا اور خاص کر اجتماع کے پیغام کو ہر جگہ عام کرنا ہوگا۔

نازاٹھانہ کریں ہم کو ستانے والے
اور بھی دورِ فلک ہیں ابھی آنے والے

امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی اور — مستقبل

انجینئر مختار حسین فاروقی

''امت مسلمہ'' آج دنیا میں گوناگوں مسائل کا شکار ہے اور عملاً ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ (رسوائی اور محتاجی ان سے چمٹا دی گئی) کی مثال ہے۔ اُس کے لیے نہ دنیا ہی میں کوئی عزت و مقام ہے اور نہ مالک ارض وسماء کے ہاں کوئی عزت اور درجات...... اس پستی اور گراوٹ کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہم مسلمانوں نے اپنے مقصدِ وجود کو بھلا کر اپنے مقام عز و شرف کو اپنے ہاتھوں سے گنوا دیا ہے یا بالفاظ دیگر ہم نے آخرت دے کر دنیا خرید لی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر امریکہ اور فرینڈز آف پاکستان (friends of Pakistan) کو سہارا بنا لیا ہے۔ نتیجے کے طور پر...... حال ہی نہیں مستقبل قریب میں بھی کسی شان و شوکت اور جاہ و جلال والے مقام و مرتبہ کی سبیل نظر نہیں آ رہی ہے اور نہ اللہ ہی ہم سے راضی ہے کہ آخرت میں بہتری کا یقین اور اطمینان ہو۔

''امت مسلمہ'' کا مقصدِ وجود نبوت و رسالت کے کامل ہونے کے بعد انقطاع کے نتیجے میں ہونے والے خلاء کو پُر کرنا تھا۔ اسی مقصدِ وحید کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کھڑا کیا تھا۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران:110)

''(مومنو) جتنی امتیں (قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

امتوں پر اضمحلال اور بے عملی کے دور آتے ہی رہے ہیں، آخر انسانی معاشرہ ہے۔ لیکن اگر ساری امت سو جائے تو بھی کچھ لوگ تو ایسے ہونے چاہئیں جو جاگتے رہیں اور باقی امت کو جگانے کا کام کریں اور اس کو احساس زیاں دلاتے رہیں تا آنکہ اللہ تعالیٰ کے اصولوں اور سنت الٰہی کے مطابق وہ وقت آ جائے کہ امت ''زندہ'' ہو جائے اور بیدار ہو جائے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران:104)

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔''

قرآن مجید میں انسانوں کی اجتماعی بے راہ روی اور آسمانی ہدایت سے بے اعتنائی کو انسانیت کی معنوی موت کہا گیا ہے جبکہ انسانوں کا آسمانی ہدایت کو قبول کر لینا اور انفرادی زندگی میں تقویٰ، للّٰہیت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی اور اجتماعی زندگی میں اصول حریت، اخوت و مساوات کو اپنا کر ''خلافت'' کے نظام کو اختیار کرنے کو اجتماعی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کیفیت کو حدیث پاک میں احیائے اسلام کا نام دیا گیا ہے۔

یہ بات ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی ''امت مسلمہ'' نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے حقیقی ''امت مسلمہ'' (فرمانبردار لوگ) کا روپ دھارا، اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں عزت و وقار بخشا، اور تمام جہان والوں پر فضیلت دی اور جب بھی امت مسلمہ نے اپنے مقصدِ وجود کو بھلا دیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام سے روگردانی کی اللہ تعالیٰ نے ایک طرف امت مسلمہ کو بے وقعت کر دیا اور دوسری طرف شیطانی قوتوں اور بے ضمیر اور بے حیا لوگوں کو سر اٹھانے کا موقع ملا، اور اس سے شیطانی تہذیب و تمدن نے جنم لیا اور گمراہی کے فلسفوں اور غیر منطقی اور بے اصل باتوں کو ہی منطق اور اصل الاصول سمجھ کر اپنانے کی راہ ہموار ہوئی۔

تاریخ عالم میں اس ''حق'' کی پہلی مثال 600 ق م سے لیکر 600 عیسوی تک کی ہے جبکہ بنی اسرائیل (یہود) نے اپنی شرارتوں کے باعث آگے بڑھ کر انبیائے کرام علیہم السلام کو قتل کرنا شروع کر دیا اور بہت سے پیغمبروں اور راہ حق بتلانے والوں کو قتل کر دیا اور یوں آسمانی ہدایت کا ایک مصنوعی ''خلا'' اور عملاً ایک مصنوعی انقطاع نبوت پیدا ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں شیطانی قوتوں اور بے راہ روی کے حامل انسانوں کو اپنی غیر فطری اور غیر منطقی باتیں چکنی چپڑی بنا کر پیش کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزعومہ قتل یا صلیب یا حقیقی معنیٰ میں رفع آسمانی تک جاری رہا۔ بعد ازاں حکمت خداوندی میں آخری اور کامل نبی ﷺ کی آمد کی تمہید کے طور پر ایک ''انتظار'' کی کیفیت پیدا کرنا مقصود تھا تو چھ صدیوں کا وقفہ آ گیا۔

یہ چھ صدیاں قبل مسیح علیہ السلام اور چھ صدیاں بعد مسیح علیہ السلام کا دور ہے جس میں آسمانی ہدایت آہستہ آہستہ پس پردہ چلی گئی۔ تورات کو جان بوجھ کر غائب کر دیا گیا اور انجیل کا اصل نسخہ بھی کسی نے چھپا لیا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہی وہ دور ہے جس میں پوری دنیا میں بالعموم فلسفیانہ مذاہب نے جنم لیا اور شیطانی قوتوں نے انگڑائی لی اور یوں انہیں انسانوں کو گمراہ کرنے کا موقع ملا۔ یونان میں افلاطون، ارسطو اور اس کی جماعت، ایران میں مانی اور ہندوستان میں چانکیہ وغیرہ کے فلسفے وجود میں آئے، جنہوں نے انسانوں کی فطری کمزوریوں اور فطری رجحانات کو exploit کر کے اپنے بے راہ روی کے خیالات اور غیر منطقی باتوں کو منطقی بنا کر پیش کیا اور انہیں آسمانی ہدایت سے دور کر کے انسان سے ''حیوان'' بنانے کا عمل شروع کیا۔

اسی حق کی دوسری مثال ہدایت کے مہرتاباں اور حق کے علمبردار آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کے دور میں آسمانی ہدایت کے منصہ شہود پر آنے اور خلافت راشدہ کے دور مبارک میں سارے عالم میں روشنی کی کیفیت پیدا کرنے کے دور کی ہے جسے قرآن ''الضحیٰ'' سے تعبیر فرماتا ہے۔ اس دور کے آنے سے فلسفیانہ اور گمراہ کن نظریات جو انسانی فطرت کی مسخ شدہ کیفیت کا نام ہیں اور مسخ شدہ فطرت کے حامل لوگوں کی ذہنی کیفیتوں کی عکاسی کرتے ہیں ''غائب'' ہو گئے اور ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

زخرفا (سورۃ بنی اسرائیل) (اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔) کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اگرچہ دنیا میں خیر و شر کا معرکہ کبھی ختم نہیں ہوا اور ہمیشہ بھیس بدل بدل کر جاری رہتا ہے اور "گرچہ پیر ہے آدم، جواں ہے لات و منات" تاریخ انسانی کی چند حرفی تعبیر ہے۔ دور خلافت راشدہ کے دوران اور اس کے بعد بھی شیطانی قوتوں یا "حزب الشیطان" نے ہار نہیں مانی بلکہ در پردہ اپنی ریشہ دوانیوں اور سازشوں (پھونکوں) سے اسلام اور آسمانی ہدایت کی روشنی کو ختم کرنے کا کام پوری مستعدی سے جاری رہا ہے۔ تاہم یہ تاریخی حقیقت ہے اور جریدۂ عالم پر حرفِ انمٹ کی طرح ثبت ہے کہ فلسفیانہ مذاہب کے بانیان اور ان کے نمایاں پیروکاروں اور اولین شارحین، مبلغین اور انسانی جبلتوں اور سفلی خواہشات کی تکمیل کے داعی شیطانی اور ابلیسی نظریات کا وہ دور نا مسعود جو 600ق م میں بنی اسرائیل کے گھناؤنے جرم "قتل انبیاء" (جس کا تذکرہ بائبل کے عہد نامہ عتیق میں بھی ہے) کی وجہ سے اور تورات کے گم کر دینے کی وجہ سے آسمانی ہدایت کے "خلا" کے دور میں شروع ہوا اور پروان چڑھا، تمام فلسفیانہ مذاہب کے بانیان اسی دور میں آئے ہیں، چاہے وہ ہندوستان کے ہوں یا ایران یا یونان اور چین کے...... اور یہ سلسلہ 600عیسوی تک جاری رہا ہے۔

جبکہ حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اور اسلام کے روئے ارضی پر چھائے رہنے کے دور 1000ء (400ھ) تک کوئی بڑا فلسفی یا فلسفیانہ مذہب کا بانی دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ حقیقت کے قریب ہو گا کہ عقل عام کو آسمانی ہدایت کے غلبہ اور استیلاء کے دور میں حق کے خلاف سوچنے اور دلائل دینے کی جرات ہی نہیں ہوئی۔

جب مسلمانوں ہی میں ایمانی کیفیات میں مجموعی کمی آ گئی اور جذبات اور احساسات میں وہ شوق باقی نہ رہا اور جذب دروں کی کیفیت ختم ہو گئی تو آہستہ آہستہ ان بے راہ روی کے خیالات کو سر اٹھانے کا موقع پھر مل گیا اور...... اس دور میں بھی ارسطو و افلاطون کے خیالات کے پرچارک مسلمانوں میں ہی سامنے آئے ہیں۔ غیر مسلم دنیا میں وہ دم خم نہیں تھا کہ اسلام کی حقانیت کی عمومی فضا میں آسمانی ہدایت کی کاٹ کر کے کوئی باطل نظریہ پروان چڑھا سکے۔ چنانچہ یہی دور ہے جس میں مسلمانوں ہی میں یونانی نظریات کے شارحین اور مبلغین پیدا ہوئے۔ فارابی ابن سینا، ابن رشد وغیرہ اسی دور کے بڑے بڑے نام ہیں۔

مسلمانوں میں جب باطنی، ایمانی کیفیات میں اضمحلال کے بعد سیاسی زوال آ گیا اور 1258ء میں سقوط بغداد ہو گیا تو اس کے بعد وہ دور ہے کہ غیر مسلم دنیا میں کچھ حرکت ہوئی اور آسمانی ہدایت کے مقابلے میں اپنی سوچ اور آراء کے سامنے لانے کا آغاز ہوا ہے۔

آسمانی ہدایت سے عاری بلکہ مخالف اس مہم جوئی میں سب سے زیادہ سازگار ماحول سپین کی یونیورسٹیوں سے زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر آنے والے یورپی دماغوں کو اپنے ملکوں میں ملا، جہاں بیٹھ کر انہوں نے انسان کے اپنے فطری رجحانات اور میلانات کے خلاف صرف حیوانی جذبات اور جبلتوں کے زور پر صرف حیوانیت کے تقاضوں کی تکمیل کی خواہش کے تحت آگے بڑھنے کی سوچ کو "جدید سوچ" اور "احیائے علوم" کا نام دے کر آگے بڑھایا اور ہوتے ہوتے گزشتہ چھ صدیوں کی محنت شاقہ اور بنی اسرائیل کے دونوں گروہوں یہود و نصاریٰ کے تعاون سے معاملہ اب یہاں تک پہنچا ہے کہ آج کی مغربی تہذیب نے مذہب بیزاری اور خدا ناشناسی کا یہ سفر طے کر کے بیسویں صدی میں انسان کو کامل حیوان بنا دیا ہے اور شرف انسانی کے معیار "شرم و حیا" اور "ضمیر" اور "نیکی بدی کے احساس" (moral law) منظم منصوبہ بندی سے ختم کر دیا ہے اور اب گزشتہ نصف صدی میں ایسی دو تین نسلیں (generations) میدان عمل میں آ چکی ہیں جو دیکھنے کو اب انسان ہی ہیں۔ تاہم ہر اعتبار سے "کالانعام" جانور اور beast ہیں اور ہر قسم کے اخلاقی ضابطوں سے عاری بلکہ مخالف ہیں۔ یہی نسل ہے جس کے ہاتھ میں آج اقوام مغرب کی اقوام کی زمام کار ہے اور یہی معاملات کو چلا رہی ہے اور اگلی نسل یقیناً موجودہ قیادتوں سے بھی زیادہ غیر معقول اور حیوانیت (beastality) میں بے باک ہو گی۔

اس حزب الشیطان یعنی مغربی قوتوں نے سارے کر و فر کے ساتھ تیسری ہزاری (third millioneum) میں قتل انبیاء علیہم السلام اور تورات اور انجیل کو غائب کرنے کی طرح کے اقدامات شروع کئے ہیں اور اس ناپاک مقصد کے حصول کے لئے کئی محاذ کھول دیئے ہیں۔ ایک محاذ توہین رسالت ہے۔ دوسرا محاذ توہین قرآن ہے۔ اسلامی سزاؤں کی تحقیر اور اس کے خلاف پراپیگنڈہ تیسرا محاذ ہے۔ "آزادی نسواں" کے نام پر تحریک چوتھا محاذ ہے، جس سے مقصود یہ ہے کہ انسانی شرف کو ختم کر کے جنسی طور پر انسان کو حیوان کی سطح پر لے آیا جائے اور اس کے نتیجے میں چادر اور چار دیواری یا "خاندان" کا نظام تباہ کر دیا جائے۔ خاندانی نظام مغرب میں تباہ ہو چکا ہے۔ اب پوری دنیا میں یہ محاذ کھول دیا گیا ہے۔ دیگر مذاہب کا خاندانی نظام اتنا مزاحم نہیں ہے جتنا اسلام کا ہے۔ لہٰذا اسلام کے خاندانی نظام اور قانون نکاح و طلاق کو جو ابھی تک جاری (intact) ہے، مسلسل مختلف حیلوں بہانوں سے ختم کیا جا رہا ہے۔

پانچواں محاذ میڈیا کی سطح پر ہے۔ مسلمانوں کے خلاف اس مشترکہ عالمی مہم جوئی میں کفار کے حق میں پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ جو مسلمان غیرت ایمانی سے کفر کی مزاحمت کرے، اسے "دہشت گرد" قرار دیا جائے اور نفرت کا نشانہ بنا دیا جائے۔ پوری دنیا کا پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا مسلسل یہی "قوالی" کر رہا ہے اور یہی راگ الاپ رہا ہے۔

چھٹا محاذ سیاسی اور عسکری سطح پر ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ مسلم ممالک کی عسکری قوت اور ایٹمی طاقت کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ لیبیا، عراق، پاکستان پر یلغار جاری ہے اور ان شیطانی اور ابلیسی قوتوں کے ارادے یہ ہیں کہ یہ یلغار ان کے ناپاک عزائم کی تکمیل تک جاری رہے گی۔

نائن الیون (9/11) کے واقعہ کے بعد سے جاری جنگ میں امریکہ سمیت سارے یورپی ممالک اور دیگر امریکی اتحادی شریک ہیں۔ گزشتہ سالوں کے دوران تہذیب مغرب نے اپنی نیک نامی کے لئے جو چند تمغے بار بار دنیا کے سامنے رکھے وہ جمہوریت، آزادی اور سرمایہ داری کا نظام تھا۔ سوشلزم اور کمیونزم کا سورج پہلے ہی غروب ہو چکا ہے۔

ان سالوں میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جمہوریت اور جمہوری اقدار کا جس طرح حلیہ بگاڑا ہے اس کی کوئی مثال ملنا مشکل ہے۔ عوام کی رائے، آزادی رائے آزادی اظہار رائے، آزادی مذہب غرض سب اصول طاق نسیان ہو گئے۔ آزادی بھی فوجی بوٹوں کے نیچے کچل دی گئی۔ علامہ اقبال مغربی جمہوریت کی اس صورتحال کا ایک صدی پہلے مشاہدہ کرا گئے تھے۔

دیو استبداد ہے جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہی ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

اور اب سرمایہ داری (capitalism) گزشتہ چند سالوں کے بحرانوں کے نتیجے میں روبہ زوال ہے اور علامہ اقبال جیسے مرد قلندر ہی کی یہ آرزو پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تیری منتظر اے روز مکافات

حالیہ دنوں کے اخباروں کی سرخیاں عراق اور افغانستان میں امریکی اتحادیوں کی شکست فاش اور فرار کا عندیہ دے رہی ہیں اور پاکستان پر غصہ والی نگاہیں بھی درپردہ افغانستان میں ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ تاہم امریکہ جیسی سپر پاور کا ختم ہونا ابھی کچھ وقت لے جائے گا اور اردو محاورے "جاٹ مرا جب جانیے جب دسواں ہو" کے مصداق امریکہ کا افغانستان اور عراق سے نکلنا اور سرمایہ دارانہ نظام کی تباہی اپنے آخری دموں پر ہونے کے باوجود کچھ وقت لے سکتی ہے۔

ان حالات میں امریکہ اور اس کے یورپی اتحادی تو واپس گھروں کو لوٹ جائیں گے اور "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا" والی بات پوری ہو جائے گی مگر ـــــ امریکہ کے ایک خود ساختہ اتحادی بھارت کا معاملہ مختلف ہے اور امریکہ کے بل بوتے پر پاکستان پر برتری دکھانے والے ملک کا حال اگلے چند سالوں میں بڑا قابل رحم ہو گا۔ پہلے بھی بھارت 1965,1971ء میں روس اور امریکہ کی شہ پر اور اس کی درپردہ حمایت کی وجہ سے ہی جنگ لڑ سکا ہے مگر اب جو صورت حال پیدا ہوگی وہ بہت غور طلب ہے اور اہل علم اور ارباب حل وعقد کے لئے آزمائش۔ جو حضرات دینی ذوق رکھتے ہیں اور قرآن مجید اور سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں ان کے لئے اس صورتحال کا تجزیہ food for thought کے درجے کی چیز ہوگی۔

کہ ـــــ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے انخلاء کے بعد بھارت بالکل اسی کیفیت میں چلا جائے گا جو جنگ خندق کے موقع پر 5 ہجری میں مشرکین مکہ کے اتحادیوں نے پیدا کر دی تھی۔ اس جنگ میں مشرکین مکہ اور ان کی اتحادی قوتوں کی ناکامی کے بعد یہود کے قبیلہ بنی قریظہ کی کیفیت دیدنی تھی۔ سارے اتحادی گھروں کو لوٹ چکے تھے اور نبی اکرم ﷺ بنی قریظہ کے ٹھکانوں پر فوج لے کر پہنچ چکے تھے۔ بنی قریظہ نے میثاق مدینہ کے باوجود مسلمانوں اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف مشرکین کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ ان کو مدینہ پر حملہ کے لئے ہر قسم کی مدد دینے کا وعدہ کر کے حملہ کی راہ ہموار کی تھی۔

اس فوج کشی میں بنی قریظہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور ثالثی کے فیصلے میں سزا پائی جو نافذ العمل ہوئی۔

اسی طرح 6 ہجری کو نبی اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے نام سے مشرکین مکہ سے 10 سال کا معاہدہ صلح کیا ـــــ تو اب یہود جزیرہ نمائے عرب میں بالکل تنہا ہو گئے۔ تاہم اس کے باوجود اپنی سازشوں سے باز نہ آنے پر سزا کے مستحق ٹھہرے۔ لہٰذا نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ نے صلح حدیبیہ کے فوراً بعد خیبر پر حملہ کر کے یہود کے اس محفوظ ٹھکانے کو فتح کر لیا اور انہیں تتر بتر کر دیا اور ان کی متحدہ طاقت کو ختم کر کے رکھ دیا۔ قرآن یہ بتاتا ہے کہ بعینہ ـــــ یہی صورت حال امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی گھر "بخیر و عافیت" واپسی پر بھارت کی ہوگی جبکہ وہ تنہا رہ جائے گا اور چاروں طرف سے اس کا کوئی بظاہر حمایتی ملک نہیں ہوگا۔ پڑوسی ممالک یعنی سارک ممالک سے اس کی دشمنی اور ریشہ دوانیوں کی تاریخ عیاں ہے، جبکہ مسلمانان عالم کا بالعموم اور افغانستان اور پاکستان کے مسلمانوں کا بالخصوص مورال روس اور امریکہ کی دو سپر پاورز کے دانت کھٹے کرنے اور شکست وریخت سے دوچار کرنے کے باعث انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہوگا۔

لہٰذا ـــــ یہ موقع ہوگا پاکستان کے لئے کہ بھارت کے ساتھ گزشتہ ساٹھ سال کی تاریخی مخاصمت اور اس کی زیادتیوں کا بدلہ لے سکے۔ سقوط حیدر آباد، کشمیر پر قبضہ اور پاکستان کو قحط سے دوچار کرنے کے اقدامات کا جواب دینے کا۔

اس کا نقشہ فرمان رسالت ﷺ میں غزوۃ الہند نامی ایک جنگ اور اس میں مسلمانوں کی کامیابی کی نوید کی صورت میں کھینچا گیا ہے۔

((عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عليهما السلام))
(سنن النسائی عن ثوبان ؓ)

"میری امت میں سے دو گروہ ایسے ہوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ آگ سے بچالے گا: ایک گروہ جو ہندوستان سے جہاد کرے گا اور دوسرا گروہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا ساتھ دے گا"

اغلباً اسی طرح کی سیاسی تبدیلی مشرق وسطیٰ میں بھی مستقبل قریب میں پیدا ہو رہی ہے گی، جس کی خبر اس فرمان رسالت ؐ میں دی گئی ہے۔ امت مسلمہ کے بہی خواہاں، زعماء، مجاہدین، اکابرین، علماء اور عالی دماغ دانشوروں ان آنے والے حالات کی تیاری رکھنی چاہئے۔ یہ تیاری کس نوعیت کی ہوگی؟ تنظیم اسلامی کی سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ منہج انقلاب نبوی کے ہر ہر مرحلہ پر دلجمعی سے کام کیا جائے اور خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دی جائے۔ رفقاء تنظیم کو یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ غزوۃ الہند کی کامیابی اور اسلامی نظام کا گلوبل نفاذ فرمان نبوی ہے تو اس کا حقیقت کا روپ دھارنا آنکھ دیکھی اشیاء سے بھی زیادہ اٹل ہے۔ سوال یہ ہے کہ میری اور آپ کی اس میں In put کیا ہے۔ یاد رکھئے، اسلامی نظام اس دنیا کا مقدر بن بھی جائے لیکن اگر ہماری Contributiion کچھ نہ ہوئی تو اسلامی انقلاب کے باوجود ہم اپنا اصلی ہدف یعنی رب کی رضا حاصل نہیں کر سکیں گے اور اگر ہم نے عالمی خلافت کے قیام کے لئے اپنا تن من دھن لٹا دیا لیکن اسلامی انقلاب کا نظارہ کرنے کے لیے ہماری عمر نے وفا نہ بھی کی تو ہم اللہ کے حضور سرخرو ہو جائیں گے اور رضائے ربانی کا ہدف حاصل ہو جائے گا۔

✿✿✿✿✿

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت خاندان کو اپنی پردے کی پابند لڑکی، عمر 22 سال، تعلیم ایم اے ٹیکنیکل ایجوکیشن، امور خانہ داری میں ماہر، خوبصورت و خوب سیرت، قد 5 فٹ 3 انچ کے لیے ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0323-4565314
042-6107249

☆ رفیق تنظیم اسلامی (آرائیں فیملی) کو اپنے بیٹوں عمر بالترتیب 24 اور 19 سال دینی مدرسہ میں زیر تعلیم، اور عمر 21 سال (طالب علم میٹرک) کے لیے دیندار لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔
برائے رابطہ:
0300-0321-4241620

☆ آرائیں فیملی کو اپنی باپردہ اور صوم وصلوٰۃ کی پابند بچی، عمر 24 سال، بی اے میں زیر تعلیم کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0333-4217636

دعائے صحت کی اپیل

o تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کے رفیق عبدالغفور آفریدی علیل ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔
قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے

خودکش حملوں کے خلاف علماء کا فتویٰ:

حقیقت کیا ہے؟

’’متحدہ علماء کونسل کا احیاء‘‘ کے عنوان سے روزنامہ پاکستان کی اشاعت 23 اکتوبر 2008ء میں مولانا زاہدی الراشدی کے مضمون سے اقتباس

متحدہ علماء کونسل اب سے کم و بیش بیس برس قبل شریعت بل کی تحریک کے پس منظر میں قائم ہوئی تھی۔ یہ شریعت بل سینیٹ آف پاکستان میں مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف نے پیش کیا تھا، جس میں قرآن و سنت کو دستوری طور پر ملک کا سپریم لاء قرار دینے کی دفعہ سب سے زیادہ اہم تھی۔ اس شریعت بل کی حمایت میں ملک بھر میں عوامی تحریک منظم ہوئی تھی اور اسی ماحول میں متحدہ علماء کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا تھا، جس کی سربراہی کے لیے کراچی کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی کو چنا گیا تھا اور مولانا عبدالرؤف ملک اس کے سیکرٹری جنرل تھے۔ متحدہ علماء کونسل کئی برس تک متحرک رہی اور اس میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام نے سرگرم کردار ادا کیا، جن میں حضرت مولانا معین الدین لکھوی، مولانا قاضی عبداللطیف، صاحبزادہ حاجی فضل کریم، پروفیسر حافظ محمد یحییٰ، مولانا عبدالمالک، حضرت مولانا حسن جان اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور دیگر بعض سرکردہ بزرگ بطور خاص قابل ذکر ہیں، جبکہ راقم الحروف بھی متحدہ علماء کونسل کے سرگرم حضرات میں شامل تھا۔ اس کونسل نے شریعت بل کے علاوہ عورت کی حکمرانی اور ملک کو سودی نظام سے نجات دلانے کے مسئلے پر بھی خاصی محنت کی، لیکن بعض عوارض کے باعث یہ دھیرے دھیرے غیر متحرک ہوگئی۔

اب اسے دوبارہ فعال کرنے کی بات ہوئی تو اس کی سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی، کیونکہ میں عرصے سے یہ واویلا کر رہا ہوں کہ قوم کو ملی و اجتماعی مسائل میں دینی رہنمائی فراہم کرنے کے لیے کسی اجتماعی فورم کی موجودگی وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ چنانچہ 14 اکتوبر کو جب جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں متحدہ علماء کونسل کا اجلاس ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی کی صدارت میں منعقد ہوا تو اس میں مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علمائے کرام نے نہ صرف شرکت کی، بلکہ اس امر سے اتفاق کیا کہ متحدہ علماء کونسل کو دوبارہ متحرک کیا جائے۔ اس مشترکہ اجلاس کی طرف سے جو اعلامیہ جاری ہوا، اس میں اکابر علمائے کرام کی طرف سے کراچی سے جاری کیے جانے والے مشترکہ اعلامیہ کی تائید کرتے ہوئے حکومت سے قومی خودمختاری اور ملکی وقار کے تقدس کے تحفظ کے لیے دوٹوک اور جرأت مندانہ موقف اختیار کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن فوری طور پر بند کرنے اور مذاکرات کے ذریعے مسائل حل کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ملکی سرحدوں کے اندر امریکی حملوں کی مذمت کرتے ہوئے اسے پاکستان کی قومی خودمختاری کے منافی قرار دیا گیا۔ اور قبائلی علاقوں کے جائز مطالبات، بالخصوص سوات میں نفاذ شریعت کے مطالبے کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے حکومت پر زور دیا گیا کہ وہ ان مطالبات کو فوری طور پر منظور کرے، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ ملک کے اندر خودکش حملوں کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہوئے اس کے اسباب و محرکات، بالخصوص بین الاقوامی عوامل کو بے نقاب کرنے اور ان کے سدباب کا مطالبہ کیا گیا۔ اور اس نوعیت کے مطالبات پر 21 نکاتی اعلامیہ اجلاس کے فوراً بعد پریس کانفرنس میں جاری کیا گیا۔ لیکن قومی پریس کے ایک موثر حلقے نے اس اعلامیہ کے صرف ایک حصے، یعنی ’’پاکستان میں خودکش حملے حرام ہیں‘‘ کو اس انداز سے فلیش کیا کہ باقی سارے معاملات و مطالبات دب کر رہ گئے اور عمومی تاثر یہ بنا دیا گیا کہ اس اجلاس کا مقصد ہی گویا صرف خودکش حملوں کو حرام قرار دینے کا اعلان کرنا تھا۔ حالانکہ یہ بات خلاف واقعہ تھی۔ یہ اجلاس اصلاً علماء کراچی کے مشترکہ اعلامیہ کی تائید کے لیے منعقد کیا گیا تھا اور اس میں اسی اعلامیہ کی تائید کرتے ہوئے اس کے اہم نکات کو دیگر مطالبات کے ساتھ 21 نکاتی اعلامیہ کی صورت میں پیش کیا گیا تھا، لیکن میڈیا کی جادوگری تھی، جس نے معاملے کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔

> قومی پریس کے ایک موثر حلقے نے علماء کرام کے اعلامیہ کے صرف ایک حصے، یعنی ’’پاکستان میں خودکش حملے حرام ہیں‘‘ کو اس انداز سے فلیش کیا کہ باقی سارے معاملات و مطالبات دب کر رہ گئے

اس سلسلے میں صورت حال کی مزید وضاحت کے لیے ایک اخبار نویس دوست کے ساتھ ٹیلی فون پر اپنے ایک مکالمے کا ذکر کرنا چاہوں گا، جس میں مجھے اپنے مزاج اور طبیعت کے خلاف کسی حد تک تلخ لہجہ بھی اختیار کرنا پڑا۔ گزشتہ روز میں پاکستان شریعت کونسل کے صوبائی سیکرٹری جنرل مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر کے ہمراہ فیصل آباد جا رہا تھا کہ راستے میں ایک صحافی دوست نے فون پر مجھ سے دریافت کیا کہ آپ حضرات نے خودکش حملوں کو حرام قرار دینے کے بارے میں جو فتویٰ جاری کیا ہے، اس کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ کون سا فتویٰ؟ ہم نے تو کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ جو جامعہ نعیمیہ کے اجلاس میں جاری کیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ فتویٰ نہیں تھا۔ علماء کے ایک مشترکہ اجلاس کے اعلامیہ کا صرف ایک جملہ ہے، جو قرارداد کی صورت میں ہے، مگر میڈیا اس اعلامیہ کی باقی ساری باتوں کو ہضم کر کے اس ایک جملے کو فتویٰ قرار دے کر مسلسل شور مچائے جا رہا ہے۔ مجھ سے اس سلسلے میں دریافت کیا گیا کہ اعلامیہ اور فتویٰ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وہی جو سپریم جوڈیشل کونسل کی کسی رائے اور سپریم کورٹ کے باقاعدہ فیصلے میں ہوتا ہے۔ میں نے گزارش کی کہ نہ ہم سے فتویٰ پوچھا گیا، نہ یہ فقہاء کی مجلس تھی اور نہ ہی اس مجلس کے شرکاء کی اکثریت مفتیان کرام پر مشتمل تھی۔ ہم نے ایک مشترکہ رائے دی، جس پر ہم اب بھی قائم ہیں، لیکن اسے فتویٰ قرار دینا اور اس کے دیگر تمام پہلوؤں کو نظر انداز کر کے صرف ایک جملے کو دہرائے چلے جانا، نہ صرف علمائے کرام کے ساتھ زیادتی ہے، بلکہ صحافتی دیانت کے بھی خلاف ہے۔

کیا یہ ہماری جنگ ہے؟

مرزا اسلم بیگ

افغانستان کے خلاف جب 2001ء میں امریکہ کی جنگ کا پاکستان نے ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو جنرل مشرف نے سیاسی قائدین، سول اور عسکری بیوروکریٹس اور کچھ دانشوروں کو اپنے فیصلہ کی منطق سمجھانے کے لئے دعوت دی۔ ایک گروپ کے ساتھ مجھے بھی بلایا گیا۔ تقریباً تین گھنٹے کی طویل تقریر کے بعد مجھ سے بھی رائے مانگی گئی۔ میں نے کہا:

"یہ جنگ ہماری جنگ نہیں ہے، اس جنگ میں شامل ہونے کا فیصلہ غیر آئینی اور غیر اخلاقی ہے، کیونکہ افغان قوم سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ طالبان شکست نہیں کھائیں گے بلکہ پیچھے ہٹ جائیں گے۔ وہ دوبارہ اٹھیں گے اور اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک کہ ان کا ملک غیر ملکی تسلط سے آزاد نہیں ہو جاتا۔ اس جنگ کے دائرے وسیع ہوں گے اور ہمارے سرحدی علاقے بھی جنگ کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ جنگ ہماری طرف پلٹ آئے گی، ہماری جنگ بن جائے گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس جنگ میں شامل ہو کر ہم اپنے شہیدوں کے خون کا سودا کریں گے جو اتنا بڑا گناہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں معاف نہیں کرے گا۔"

پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ مشرف کے ساتھ یہ میری آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ کیا واقعی آج یہ جنگ ہماری جنگ بن چکی ہے؟ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ایک مختصر سا تجزیہ پیش کرنا چاہوں گا۔

پچھلے پچیس سالوں میں عالمی اور علاقائی سطح پر رونما ہونے والے واقعات نے افغانستان کی جنگ آزادی اور ہمارے سرحدی علاقوں پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں، جس کے نتیجے میں اب ایک فیصلہ کن معرکہ کی بساط بچھائی جا چکی ہے، جہاں دنیا کی تین بڑی قطبی طاقتیں یعنی امریکہ اور اس کے اتحادی، روس اور چین اور دنیائے اسلام کی مدافعتی قوت، کے درمیان فیصلہ ہونے والا ہے۔

سوویت یونین کے ٹوٹ جانے کے بعد امریکہ نے ساری دنیا پر بالادستی کا خواب دیکھا یعنی ایک ایسا نظام جس سے دنیا بھر میں صرف امریکہ کی بالادستی قائم ہو لیکن یہ خواب صرف پندرہ سال کے عرصے میں پاش پاش ہو گیا۔ جس طرح پچھلی صدی میں ہٹلر نے Lebensraum کا تصور پیش کیا تھا کہ جرمن قوم سب سے ارفع و اعلیٰ قوم ہے اس لیے اسے ساری دنیا پر حکمرانی کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن وہ تصور بھی پندرہ سال کے اندر اندر ٹوٹ گیا تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ جرمن تصور کو ختم کرنے کے لیے ساری دنیا کی طاقتیں اکٹھی ہوگئی تھیں اور ہٹلر کی جارحیت کا تصور ختم ہوا۔ اسی طرح سے امریکہ کی ہٹلر شاہی کا تصور جس طاقت نے توڑا ہے وہ 'عالم اسلام کی مدافعتی قوت' ہے جس کا کسی ایک ملک یا کسی ایک علاقے سے تعلق نہیں ہے۔ وہ ایک ناقابل تسخیر لامکان حقیقت ہے۔

> ایک فیصلہ کن معرکہ کی بساط بچھائی جا چکی ہے، جہاں دنیا کی تین بڑی قطبی طاقتوں یعنی امریکہ اور اس کے اتحادی، روس اور چین اور دنیائے اسلام کی مدافعتی قوت، کے درمیان فیصلہ ہونے والا ہے

اسی طاقت نے 80ء کی دہائی میں سوویت یونین کو شکست دی۔ اسی مدافعتی قوت نے عظیم تر اسرائیل کا خواب چکنا چور کیا۔ اسی قوت نے عظیم تر مشرقِ وسطیٰ کا منصوبہ خاک میں ملایا۔ اسی طاقت نے لبنان کی جنگ میں اسرائیل کا غرور خاک میں ملایا، اور اب عراق میں امریکہ کو اور افغانستان میں نیٹو اور امریکہ کو شکست سے دوچار کر دیا ہے اور تمام جارحیت پسند قوتوں کے ہاتھ باندھ دیے ہیں۔

لہٰذا یہ کہنا درست ہوگا کہ آج دنیا کا عالمی نظام یک مرکزی نہیں رہا بلکہ سہ جہتی نظام (Tri-polar) بن چکا ہے جس میں تین طاقتیں شامل ہیں، ایک امریکہ ہے جس کے ساتھ اس کے اتحادی ہیں، یورپ، بھارت اور جاپان، دوسری جانب چین اور روس ہیں اور تیسری طاقت عالم اسلام کی مدافعتی قوت ہے۔ یہ تین بڑی قوتیں عالمی نظام مرتب کر رہی ہیں۔ روس اور چین تصادم کی کیفیت میں نہیں ہیں لیکن بالواسطہ وہ بھی افغانستان کی جنگ میں شامل ہیں جہاں پر امریکہ، یورپ اور بھارت مل کر فیصلہ کن راؤنڈ کے لئے تیاری کر چکے ہیں۔

اگلے سال کے آخر تک بھارت کے ڈیڑھ لاکھ فوجی بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ یہی وہ حالات ہیں جو افغانستان میں مستقبل کی جنگ کا نقشہ پیش کر رہے ہیں جس میں امریکہ، یورپ، بھارت، اسرائیل، چین اور روس اور اسلامی مدافعتی قوت شریک ہوں گے۔ بڑے گھمسان کا رن ہوگا اور اسی آنے والے طوفان کی سرسراہٹ اب پاکستان میں سنائی دینے لگی ہے۔

یہ طوفان جس کا رخ اب پاکستان کی طرف ہو چکا ہے اور پاکستان کے عمائدین بھی کہنے لگے ہیں کہ اب یہ ہماری جنگ ہے تو یہ بات درست ہے۔ اس لیے کہ جب ہم نے 2001ء میں افغانستان کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دیا تھا تو وہ ہماری جنگ نہیں تھی لیکن امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے خصوصاً افغان حکومت نے اس کا رخ ہماری طرف موڑ دیا ہے۔

افغانستان کے وزیر خارجہ رنگین دادفر 14 سال بھارت میں رہے اور "RAW" کے لئے کام کرتے رہے، ان کا یہ تصور تھا کہ اس جنگ کو پاکستان کی طرف پلٹ دیا جائے تاکہ پاکستانی فوج آپس ہی میں الجھ کر رہ جائے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس جنگ کا رخ پاکستان کی طرف اس لیے پلٹا کہ جنرل مشرف نے امریکہ کو کھلی اجازت دے رکھی تھی کہ سوات سے لے کر وزیرستان اور وزیرستان سے لے کر بلوچستان تک ہمارے قبائلی علاقوں میں سی آئی اے، ایف بی آئی اور امریکن اسپیشل فورسز آزادی کے ساتھ آپریٹ کر کے اپنے مقاصد حاصل کر سکتی تھیں۔ ان کو وہاں اپنی سرگرمی دکھانے کا پورا اختیار دیا گیا۔ امریکیوں کو کچھ سہولتیں بھی دی گئیں، مثلاً تربیلا میں امریکن سی آئی اے اور ایف بی آئی کا بہت بڑا اڈا بنا۔ اسی طرح بلوچستان کے علاقے میں سی آئی اے کا سیٹ اپ ہے اور میریٹ ہوٹل اسلام آباد میں امریکی سی آئی اے کا کنٹرولنگ ہیڈ کوارٹر تھا۔ جنرل مشرف نے امریکیوں کو کھلی آزادی دی اور اپنی انٹیلی جنس کو پیچھے کر دیا۔ آئی ایس آئی اور ملٹری انٹیلی جنس کو کہا کہ ان علاقوں سے دور ہٹ جائیں اور صرف گسٹاپو کا کام کریں یعنی یہ کہ اپنے ہی لوگوں کو پکڑو اور ان کی شناخت کر کے دشمنوں کے حوالے دو۔ تو نتیجہ یہ ہوا

کہ جب مشرف نے وردی اتاری، نئی حکومت آئی اور نیا آرمی چیف آیا جو اس حقیقت کو جانتے تھے تو انہوں نے انٹیلی جنس کو کہا کہ اب تم اپنے علاقوں میں پہنچو اور صحیح صورتحال معلوم کرو تو یہیں سے مفادات کا ٹکراؤ ہوا اور نئی حکومت سے امریکہ نے پوچھا کہ یہ اجازت کس نے دی؟ آئی ایس آئی اور ملٹری انٹیلی جنس ان علاقوں میں کیوں آ گئی ہے؟ حکومت پر دباؤ ڈالا تو پریشان ہو کر آئی ایس آئی کو وزارت داخلہ کے ماتحت لے آئے لیکن پھر اسی دن حکومت نے یہ حکم نامہ واپس لے لیا۔ امریکہ اور حکومت پاکستان کے درمیان یہی ٹکراؤ ہے۔

امریکہ نے پچھلے چار سالوں میں یہ سارا کام ایک بڑی سازش کے تحت کیا ہے جس میں امریکہ، اسرائیل، بھارت، برطانیہ، جرمن اور فرانسیسی انٹیلی جنس شامل ہیں۔ انہوں نے پاک افغان سرحد کے پورے علاقے میں سوات سے لے کر وزیرستان اور بلوچستان تک اپنا نیٹ ورک قائم کیا ہے اور اپنے حمایتی گروپ بنا لئے ہیں۔ ڈالروں کی ریل پیل، اسلحہ، ہتھیار اور ہر چیز ان کو دی گئی ہے۔ اس نیٹ ورک کے ذریعے امریکیوں نے قبائلیوں کی وفاداری تبدیل کی۔ اس سلسلے میں ان کو سب سے زیادہ کامیابی سوات اور بلوچستان میں ہوئی۔

وزیرستان اور باجوڑ کے علاقے میں انہیں کامیابی تو ملی لیکن بہت کم۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی میزائل اور جاسوس طیاروں کے حملے صرف باجوڑ اور وزیرستان پر ہو رہے ہیں کیونکہ وہاں ان کے خلاف مزاحمت موجود ہے۔ اب یہ منظر ہے کہ امریکہ نے سوات سے لے کر بلوچستان تک افغانستان، پاکستان کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ ایک بفر زون بنا دیا ہے تاکہ امریکیوں کو افغانستان میں تحفظ ملے۔

امریکیوں نے کنڑ کے علاقے میں ایک بہت بڑا فوجی اڈا بنانا شروع کر دیا ہے جو دریائے کابل کے ساتھ ہے اور اس کی حفاظت کے لئے ضروری تھا کہ جنوب میں پاکستان کے علاقے میں سیکیورٹی زون بنایا جائے، اس لیے بطور خاص سوات اور دیر کے علاقے پر توجہ دی گئی۔ ان علاقوں میں بھارت اور امریکہ نے کئی مزاحمتی گروپ بنائے جن میں سے اکثر کو ختم کیا جا چکا ہے۔ چند گروپ اب بھی جنگ میں مصروف ہیں اور ایسے وقت جبکہ یہ جنگ جاری ہے تو امریکہ کے حملے اگر ہماری مدد کے لئے ہوتے تو وہ سوات اور باجوڑ میں ہوتے لیکن حملے وزیرستان میں ہو رہے ہیں، اس لیے کہ وزیرستان اور باجوڑ کے قبائل امریکہ کے ہاتھوں بکنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

آج ہم جنگ کی حالت میں ہیں اور ہماری فوج اور ایئر فورس ان عناصر کے خلاف استعمال ہو رہی ہیں، جنہیں امریکہ اور بھارت کی سازش کے تحت پاکستان کے علاقوں میں داخل کیا گیا ہے۔ اپنے ہی علاقے میں ہم دشمن کے پیدا کردہ عناصر کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں۔ جب یہ ہماری جنگ بن چکی ہے تو اس کی ترجیحات بھی الگ ہونی چاہئیں اور اس جنگ کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے طریقہ کار بھی بدلنا ضروری ہے۔ یعنی بیرونی عناصر کی سرکوبی اور اپنوں سے مذاکرات کریں اور ان مذاکرات میں ان علاقوں کے منتخب نمائندے شامل کریں تاکہ بغیر جنگ کئے دشمن کی سازشوں کا قلع قمع کر سکیں۔ یہ پورا علاقہ پس ماندہ اور محرومیت کا شکار ہے، یہاں پر مضبوط منصوبہ بندی کے تحت ترقیاتی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سال کے آخر تک جب امریکہ میں حکومت تبدیل ہو گی تو اس کے ساتھ ساتھ اس کی پالیسیاں بھی تبدیل ہوں گی۔ اگر نئی امریکی حکومت کو حالات کا صحیح ادراک ہے تو ان کے لئے بہتر ہو گا کہ وہ اور ان کے اتحادی افغانستان سے نکل جائیں اور یہ بھارت کی بدبختی ہو گی کہ وہ افغانستان میں ذمہ داریاں سنبھال لے۔ شاید اسی کام کے لیے وہ اپنی ڈیڑھ لاکھ فوج افغانستان بھیج رہا ہے۔ پھر وہ دیکھنے والا منظر ہو گا کہ افغانی اور ہمارے قبائلی بھارت کا کیا حشر کرتے ہیں۔ اسے بھاگنے کا رستہ بھی نہیں ملے گا۔ چین اور روس بالواسطہ طور پر پہلے ہی اس جنگ میں شامل ہو چکے ہیں۔ جہادی بھی اس جنگ میں شدت کے ساتھ شریک ہیں۔ روس کے لئے افغانستان میں امریکہ سے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے یہ بہترین موقع ہے۔ روس کے تعاون سے چیچنیا، کرغزستان، قازقستان اور ازبکستان کے جہادی بھی بڑی تعداد میں افغانستان میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ آنے والے وقتوں میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لئے افغانستان میں استقبال کی زبردست تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔

اس حقیقت کو اگر ہم نگاہ میں رکھیں تو پاکستانی قوم کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ نے ہمارے اور دشمنوں کے درمیان ایک بہت مضبوط فصیل کھڑی کر دی ہے اور تاریخ ایک نیا رخ لینے والی ہے۔ ہمیں امریکہ کے ساتھ اور خصوصاً بھارت کے ساتھ اپنے تعلقات کو نئی ترجیحات کی بنیاد پر قائم کرنا پڑے گا اور ہماری پوری توجہ مسئلہ کشمیر کے منطقی انجام کی طرف ہونی چاہیے کہ کشمیریوں کو حق خودارادیت ملے، کیونکہ اب مسئلہ کشمیر کا حل ناگزیر ہو چکا ہے، جس طرح کہ اسرائیل کی شکست کے بعد فلسطین کا فیصلہ ناگزیر ہو چکا ہے۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے بھی کہہ دیا ہے کہ فلسطین کی آزاد ریاست قائم ہوئی ہے۔ امریکہ اور یورپ کے دانشور بھی اب مشورہ دے رہے ہیں کہ عراق اور افغانستان سے نکل جاؤ، ایران کے ساتھ دوستی کر لو، ایران ایٹمی صلاحیت والی طاقت بنتا ہے تو اسے بننے دو۔ ان دانشوروں نے کہا ہے کہ اسرائیل کی وہ اہمیت باقی نہیں رہی بلکہ بھارت ایک بہت بڑی طاقت ہے لیکن جس طرح بھارت ان سازشوں کا حصہ بن کر افغانستان میں داخل ہو چکا ہے اس کے نتیجے میں ہم بھی وہ منظر دیکھیں گے کہ کل بھارت کا وہاں سے کیا حشر بنے گا کیونکہ اس کا مقابلہ دنیا کی تیسری بڑی قوت سے ہو گا جو عالم اسلام کی ناقابل شکست مدافعتی قوت ہے۔

یہ مدافعتی قوت کسی علاقے تک محدود نہیں ہے، یہ ایک نظریہ ہے، ایک سوچ ہے، ایک خداوندی قوت ہے کہ جس کے ہاتھوں عالمی نظام کے خدوخال مرتب ہو رہے ہیں اور جن سے ٹکرا کر دنیا کی تمام بڑی طاقتیں اور ان کے اتحادیوں کا غرور خاک میں مل چکا ہے۔ پھر بھی اس طاقت کو مغربی دنیا تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے جبکہ ہر قدم پر اسی طاقت کے ہاتھوں شکست در شکست کھا رہی ہے جنہیں دہشت گرد کہہ کر خود فریبی میں مبتلا ہیں۔

یہ تیسری طاقت ایک حقیقت ہے، ایک معجزہ ہے، جسے سمجھنے کی ضرورت ہے، جس نے سمجھ لیا وہ کامیاب ہو گا۔ جس نے نہ سمجھا وہ ہار جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری سرحدوں پر اتنی مضبوط حفاظتی دیوار مہیا کر دی ہے جسے توڑنے کی دنیا کی کسی طاقت کے پاس صلاحیت نہیں ہے۔ پھر کیا ڈر ہے، افغانستان کو، کیا خوف ہے پاکستان کو، اللہ کے سپاہی ہمارے محافظ ہیں۔

اللہ کی یہی رضا ہے کہ ساری دنیا میں طاقت کا توازن قائم رہے، ورنہ طاقتور قومیں نہ جانے کب کی کمزور اور غریب قوموں کو ہڑپ کر چکی ہوتیں۔ امریکہ کا ساری دنیا پر حکمرانی کرنے کا خواب ٹوٹ چکا ہے، اور کن کے ہاتھوں؟ وہی، جو ننگے، بھوکے اور سوکھی روٹی کھانے والے ہیں، جن کے پیروں میں ٹوٹی ہوئی چپل ہے اور ہاتھوں میں ہلکے ہتھیار ہیں لیکن پھر بھی سامراجی طاقتیں انہیں دہشت گرد کہتی ہیں اور اب انہیں کے ساتھ بیٹھ کر مذاکرات کرنا چاہتے ہیں اور افغانستان کے حکمران بھی ملا عمر سے مدد کے طلب گار ہیں۔

پاکستانی قوم کو خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے، ملک دشمنوں سے محفوظ ہے لیکن اصل خطرہ خود اپنوں سے ہے، جو سیاسی مصلحتوں کے تحت کاسہ لیسی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ آمین

(بشکریہ روزنامہ "نوائے وقت")

تنظیم اسلامی گلشن اقبال کے زیر اہتمام دورۂ ترجمہ قرآن

تنظیم اسلامی گلشن اقبال، کراچی نے حسب سابق امسال بھی ماہ رمضان کے دوران فاران کلب انٹرنیشنل میں دورۂ ترجمہ قرآن منعقد کرنے کا انتظام کیا۔ مترجم کے فرائض جناب محمد نعمان نے ادا کئے۔ تنظیم کے رفقاء نے رمضان کی آمد سے ایک ہفتہ قبل ہی اس پروگرام کی تیاریاں شروع کر دیں تھیں۔ گلشن اقبال اور دیگر عوامی جگہوں پر، اہم راستوں اور چوراہوں پر بڑے بینرز آویزاں کئے گئے، جن پر دورۂ ترجمہ قرآن کا مقام اور وقت درج تھے۔ ساتھ ہی تنظیم کے رفقانے مقرر کردہ جمعہ کے دن گروپوں کی صورت میں گلشن اقبال اور اس کی اطراف کی مساجد میں نمازیوں میں ہینڈ بل تقسیم کیے، جس پر شہر کراچی میں ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن پروگرام کے مقامات بھی درج تھے۔

فاران کلب کی انتظامیہ نے شرکاء کے لیے ہر قسم کی سہولت کا خاص انتظام کر رکھا تھا۔ خواتین کے لیے باپردہ انتظام تھا۔ پانی کے لیے جگہ جگہ الیکٹرک کولر نصب تھے۔ روشنی کا معیاری انتظام، بہترین ساؤنڈ سسٹم موجود تھا۔ تنظیم کی طرف سے شرکاء کی سہولت کے لیے پروجیکٹر کا بھی انتظام کیا گیا تھا، تاکہ تراویح کی ہر چار رکعات سے قبل تلاوت کی جانے والی آیات پروجیکٹر پر نظر آتی رہیں، اور مترجم کے ذریعہ ان آیات کا ترجمہ اور تشریح سننے کو ملے۔ اس طرح محفل میں شرکت کرنے والے دو مرتبہ قرآن مجید کی مکمل تلاوت سے اپنے قلوب کو منور کرتے اور ساتھ ہی ساتھ شرکاء کو قرآن مجید کے ترجمہ کے ساتھ اس کے احکامات کو سمجھنے کا موقع بھی میسر آتا۔ یکم رمضان سے ایک دن قبل جناب محمد نعمان نے اس کا آغاز ایک تعارفی پروگرام سے کیا۔

ہر روز بارہ رکعات تراویح مکمل ہونے پر 15 منٹ کا وقفہ کیا جاتا جس میں شرکاء کی تواضع چائے اور بسکٹ سے کی جاتی۔ اس دوران تنظیم کی طرف سے لگایا گیا سٹال کھول دیا جاتا، جس پر بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتابیں نصف قیمت پر دستیاب ہوتیں تاکہ شرکاء اس انمول خزانہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں۔ اس محفل میں ہر روز تقریباً 150 افراد شرکت کرتے رہے۔

تنظیم نے مسجد عثمان میں اعتکاف کا انتظام بھی کیا تھا جس کا اعلان 15 رمضان المبارک کو کیا گیا۔ کہا گیا کہ جو حضرات بھی اعتکاف کرنا چاہتے ہیں وہ فارم پُر کر کے فوراً جمع کروادیں۔ اس کا بھی لوگوں نے بھرپور خیر مقدم کیا اور اپنے نام درج کروائے۔ ایک معقول رقم کے عوض معتکفین کے لیے افطاری، کھانا، چائے اور سحری کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ تنظیم اسلامی گلشن اقبال نے معتکفین کے لیے خصوصی لیکچرز اور مذاکرہ کا بھی انتظام کیا۔ جس کے موضوعات عبادت رب، قرآن مجید کے حقوق، توبہ، اعتکاف کے مسائل، سورۃ العصر اور منہج انقلاب نبویؐ تھے۔ 29 ویں شب میں شرکاء کے درمیان تحفے تقسیم کیے گئے اور 30 ویں شب کو کھانے کا انتظام تھا، جس میں تنظیم کی دعوت کو واضح کیا گیا۔ دعائیہ کلمات کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

(رپورٹ: خواجہ فریدالدین)

تنظیم اسلامی وسطی، کراچی کے تحت دورۂ ترجمہ قرآن

تنظیم اسلامی کراچی وسطی کے تحت قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام منعقد ہوا۔ مترجم کے فرائض حلقہ سندھ زیریں کے ناظم دعوت عامر خان نے انجام دیے اور نماز تراویح کی امامت حافظ محمد عقیل نے کی۔ دورۂ قرآن میں مرد حضرات کی تعداد تقریباً 90 اور خواتین کی تعداد 80 تھی، جو بعد میں کم ہو کر اختتام تک مردوں میں 60 اور خواتین میں 45 رہی۔ جناب عامر خان نے اپنے عمدہ انداز بیان کی وجہ سے نوجوانوں کو متاثر کیا۔ اُن کے موثر اور دلنشین پیرایہ بیان کو بزرگ شرکاء اور خواتین نے بھی سراہا۔ ماضی میں ہونے والے پروگرام میں فنی و تعمیراتی مسائل کی وجہ سے ساؤنڈ سسٹم کی شکایات سب سے زیادہ ہوتی تھیں، مگر اس دفعہ دورۂ قرآن سے پہلے ہی ایک نیا اور جدید ساؤنڈ سسٹم لگایا گیا۔ اس پروگرام میں طویل دورانیہ اور نئے نظام الاوقات کے باعث لوگوں کو شرکت میں کافی دشواری بھی ہوئی۔ شرکاء نے اپنی آراء میں آئندہ سال کے لئے تجاویز دیں کہ اگلے سال چونکہ پروگرام قدرے موسم گرما میں ہوگا، لہٰذا اس پروگرام کو جدید خطوط پر استوار کر کے مختصر دورانیہ کا کیا جائے۔ اللہ کے فضل اور اس کے کرم سے یہ پروگرام 29 رمضان المبارک کی شب کو ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے، اور ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے۔ (آمین!)

(رپورٹ: نصیب خان)

تنظیم اسلامی حلقہ پوٹھوہار کے نئے رفقاء کے ساتھ تعارفی نشست

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام 19 اکتوبر 2008ء دفتر حلقہ میں تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کے ساتھ تعارفی نشست صبح ساڑھے دس بجے منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ تنظیم اسلامی میرپور سے افتخار احمد نے تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف پیش کیا۔ تنظیم اسلامی جہلم کے شیخ ساجد سہیل نے جماعت اور بیعت کی اہمیت کو اجاگر کیا اور تنظیم اسلامی گوجر خان غربی کے احمد بلال ایڈووکیٹ نے بانی تنظیم و امیر تنظیم اسلامی کا تعارف رفقاء کے سامنے پیش کیا۔ بعدازاں گوجر خان غربی کے امیر حافظ ندیم مجید نے تنظیم کے ڈھانچہ کی وضاحت کی۔ اسد اسحاق نے ایک رفیق کی ذمہ داریاں بتائیں۔ امیر حلقہ پنجاب پوٹھوہار مشتاق حسین نے دینی فرائض کا جامع تصور سوال و جواب کی صورت میں پیش کیا۔ پروگرام کے آخر میں تمام رفقاء نے باری باری اپنا مختصر تعارف کرایا۔ اس کے بعد کھانا ہوا اور نماز ادا کی گئی۔ یہ پروگرام ظہر تک رہا۔ اس نشست میں 22 رفقاء نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

(رپورٹ: محمد زمان)

تنظیم اسلامی لانڈھی، کراچی کے زیر اہتمام دورۂ ترجمہ قرآن

قرآن مرکز لانڈھی کراچی میں اس سال 2008ء میں دورۂ ترجمہ قرآن رمضان المبارک کی 29 ویں شب کو کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا، جو لانڈھی مرکز کا اب تک کی تاریخ میں سب سے کامیاب پروگرام رہا۔ اس پروگرام میں تقریباً 125 سے زائد حضرات و خواتین نے شرکت کی۔ پروگرام کا دورانیہ بہت معقول رہا۔ یہ پروگرام عشاء کی نماز (ساڑھے نو بجے) کے بعد سے شروع ہوتا اور تقریباً پونے ایک بجے تک چلتا تھا۔ اس پروگرام کی خاص بات پروگرام کے مدرس کی تھی، جنھوں نے بہت کم تجربہ کے باوجود نہایت ذمہ داری اور بہترین تیاری کے ساتھ ایک مکمل اور جامع دورۂ ترجمہ قرآن پیش کیا۔ اس پورے پروگرام کو ملٹی میڈیا کے ذریعے پیش کیا گیا، جس کی ذمہ داری انجم اور قدیر کو دی گئی تھی۔

انتظامی امور کے حوالے سے بھی رفقاء نے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا۔ اس پروگرام کے ناظم محمد فرید نے عید ملن کے موقع پر اپنے تاثرات بیان کئے اور مترجم محمد ہاشم کو مبارکباد پیش کی۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے حوالے سے احباب و رفقاء نے بھی اپنے تاثرات بیان کئے۔ پروگرام کی دعوتی سرگرمیوں میں بھی تمام رفقاء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اللہ کے فضل سے اس پروگرام کے اختتامی ادوار میں 2 احباب تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے جڑے اور انھوں نے بیعت بھی کی۔

(رپورٹ: مہتاب احمد)

مسجد جامع القرآن ہارون آباد میں دورۂ ترجمۃ القرآن

اس سال قرآن اکیڈمی ہارون آباد کی مسجد جامع القرآن میں دورۂ ترجمۃ القرآن کی سعادت جناب نثار احمد شفیق نے حاصل کی۔ مکمل دورۂ ترجمۃ القرآن ہوا۔ نمازِ عشاء ساڑھے نو بجے ادا کی جاتی، اور اِس کے بعد تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز ہو جاتا۔ یہ پروگرام تقریباً دو بجے رات تکمیل کو پہنچتا۔ یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ پورا رمضان خوش اسلوبی سے چلتا رہا۔ ختم قرآن 29 رمضان المبارک کو ہوا۔ اس موقع پر ایک خاص پروگرام کا اہتمام بھی کیا گیا تھا، جس کا نام فہم دین پروگرام تجویز کیا گیا۔ اس پروگرام کے لیے جناب محمد ناصر بھٹی کو عارف والا سے دعوت دی گئی۔ آخری عشرے میں اعتکاف کرنے والوں اور دیگر نمازیوں کے لیے ایک دس روزہ تعلیمی پروگرام کا اہتمام بھی کیا گیا۔ جس میں بعد نماز ظہر پون گھنٹے کا ایک لیکچر ہوتا تھا۔ جامعہ پنجاب میں لاء کے طالب علم اور حلقہ بہاولنگر کے رفیق فاروق افضل بھائی کی کوششوں سے یہ پروگرام بڑے احسن انداز میں ہوا۔

29 رمضان کو فہم دین پروگرام ہوا، جس میں لوگوں کی خاصی تعداد نے شرکت کی اور دین، اور دین کے تقاضوں کو سمجھا۔ جناب ناصر بھٹی نے بورڈ کے استعمال سے عام فہم انداز میں دین کا وسیع تصور حاضرین کے سامنے واضح کیا۔ تقریباً 130 مرد حضرات اور 60 خواتین نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ فہم دین پروگرام کے بعد 29 رمضان المبارک کو جو سورتیں باقی بچ گئی تھی ان کو پڑھا گیا۔ آخر میں اجتماعی دعا نثار احمد شفیق نے کروائی۔ تراویح کی نماز میں ہارون آباد کے ملتزم رفیق حافظ لیاقت نے قرآن پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ ترجمۃ القرآن میں وقفہ کے موقع پر حاضرین کو چائے، بسکٹ، نمکو، مٹھائی پیش کی جاتی رہیں۔ ناظم طعام جناب سلطان افضل بھائی تھے۔ انہوں نے اور اُن کی ٹیم نے بڑے اچھے طریقے سے خدمت کی۔ دورۂ ترجمۃ القرآن میں شرکاء کی مجموعی تعداد تقریباً 70 مرد اور 40 خواتین رہی، جو آخری عشرے اور خاص طور پر طاق راتوں میں عموماً بڑھ جاتی تھی۔

اللہ ہماری اس سعی وجہد کو قبول فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(رپورٹ: محمد رضوان عزمی)

چارسدہ میں دعوتی سرگرمیاں

راقم کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جو حکومت کے جبر واستبداد کی وجہ سے باجوڑ سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان دنوں میں نے ضلع چارسدہ کے گاؤں ترنگزی کو اپنا عارضی ٹھکانا بنایا ہوا ہے۔ ضلع چارسدہ میں تنظیم اسلامی کا کوئی رفیق نہیں ہے۔ یہاں آنے کے بعد قریبی مسجد قلعہ کورونہ میں مختلف موضوعات پر سامعین سے گفتگو ہوتی رہی ہے۔ یہاں کے لوگ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ان کے سامنے روزے کی حکمت اور حقیقت، دین ومذہب کا فرق، فرائض دینی کا جامع تصور، منہج انقلاب نبویؐ، جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے موضوعات پر مفصل خطابات ہوئے۔ خطبہ عید بھی دیا، جس میں ''حقیقت توبہ'' کو موضوع گفتگو بنایا گیا۔ الحمدللہ، کثیر تعداد میں لوگوں پر تنظیم کی فکر واضح ہوئی۔ رمضان المبارک کے دوران گورنمنٹ ہائی سکول چارسدہ میں بھی کئی اساتذہ کے سامنے ''روزے کا حاصل: تقویٰ'' کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ سکول کے پرنسپل نے بہت تعاون کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہمارے سکول میں ہر ہفتے درس قرآن ہوا کرے۔ دوران رمضان جو لوگ زیردعوت تھے، عید کے تیسرے دن راقم نے اُن کے لئے ایک ضیافت کا پروگرام بنایا۔ اس نشست کے لئے خصوصی طور پر فیض الرحمٰن کو بھی بلایا گیا۔ تقریباً بیس افراد کے سامنے فریضہ اقامت دین کو واضح کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس معمولی سعی سے خیر برآمد کرے، اور توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(مرتب: ابوکلیم نبی محسن)

تنظیم اسلامی شاہ فیصل / ملیر کے زیرِاہتمام دورۂ ترجمۂ قرآن

تنظیم اسلامی شاہ فیصل / ملیر کراچی کے زیراہتمام اس سال رمضان المبارک میں الحمدللہ دو مقامات پر دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام منعقد کیا گیا۔ حسب سابق خالد مصطفیٰ ہال گرین ٹاؤن متصل شاہ فیصل کالونی میں نوجوان رفیق راشد حسین شاہ نے یہ سعادت حاصل کی جبکہ ملیر سٹی میں الخیر کمیونٹی سینٹر میں یہ سعادت ایک اور نوجوان رفیق ڈاکٹر سید سعداللہ نے حاصل کی۔ یہ دونوں حضرات پہلی مرتبہ یہ ذمہ داری ادا کر رہے تھے۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز یکم ستمبر بروز پیر سے ہی ہو گیا تھا۔ خالد مصطفیٰ ہال میں ہونے والے پروگرام میں ہفتہ کے عام دنوں میں رفقاء واحباب کی تعداد 70 اور خواتین کی تعداد 35 جبکہ ویک اینڈ پر یہ تعداد بڑھ کر 100 اور 50 تک رہی۔ آخری عشرے کی طاق راتوں میں مرد حضرات کی تعداد 140 اور خواتین کی تعداد 75 تک ہو گئی۔

الخیر کمیونٹی سینٹر میں ہفتہ کے عام دنوں میں مرد حضرات کی تعداد 40 اور خواتین کی تعداد 15 جبکہ ویک اینڈ پر یہ تعداد بڑھ کر 60 اور 20 اور طاق راتوں میں یہ تعداد 75 اور 30 رہی۔

29 ویں رمضان کو زیر دعوت احباب کو افطار کے لیے مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر مدرسین نے ''اسلام کے نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت'' پر روشنی ڈالی اور تنظیم اسلامی کے بیعت فارم کا مطالعہ کروایا۔ بعدازاں سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ احباب نے اس پروگرام اور نئے مدرسین کی کاوشوں کو سراہا۔

اللہ تعالیٰ ہماری یہ مساعی قبول فرمائے اور اس میں مزید اضافہ فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: سید محمد سلمان حسین)

ندائے خلافت میں ملازمتوں کے لیے اشتہار

امیر محترم نے توسیعی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 10 اگست 2008ء میں مشورہ کے بعد فیصلہ فرمایا کہ اگر کسی رفیق تنظیم یا حبیب کو اپنی ذاتی ضرورت یا اپنے کاروباری ادارے کے لیے ملازمتوں کی ضرورت ہو تو وہ ندائے خلافت میں اس کے متعلق اشتہار دے سکتا ہے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایسے اشتہارات امراء حلقہ جات کے توسط سے ہی آنے چاہئیں۔ تاہم براہ راست مرکز میں آنے کی صورت میں متعلقہ حلقہ سے رپورٹ حاصل کی جائے گی۔

دعا کی اپیل

- تنظیم اسلامی گوجرخاں کے رفیق حاجی محمد بنارس کا نوعمر بھتیجا مختصر علالت کے بعد انتقال کر گیا
- تنظیم اسلامی قرآن اکیڈمی کے رفیق شبیر احمد کا نوعمر بیٹا وفات پا گیا

اللہ تعالیٰ ان کو والدین کے لیے توشۂ آخرت بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے بھی دعا کی درخواست ہے

یورپ کی اسلام دشمنی کی تازہ مثال

امریکہ اور یورپ اسلام دشمن قوتوں کی کس طرح حوصلہ افزائی کرتے ہیں اس کا ایک مظاہرہ تین روز قبل اس وقت دیکھنے میں آیا جب برطانوی حکومت نے جماعت احمدیہ کی صدسالہ تقریبات کے سلسلہ میں چناب نگر کے سربراہ کو نہ صرف ہاؤس آف پارلیمنٹ سے خطاب کی دعوت دی بلکہ وہاں پہنچنے پر اس کو وہ پرٹوکول دیا گیا جو شاید کبھی کسی پاکستانی صدر یا وزیراعظم کے حصے میں بھی نہ آیا ہو۔ تقریب میں 30 سے زیادہ ارکان پارلیمنٹ، وزیر، حکومتی عہدیدار اور سفیر نہ صرف شریک ہوئے بلکہ زیادہ تر نے تقریب سے خطاب بھی کیا۔ دوران تقریب ایک طرف مرزا مسرور برطانیہ اور برطانوی حکومت پر تعریفوں کے ڈونگرے برساتے رہے تو دوسری طرف برطانوی ارکان پارلیمنٹ جماعت احمدیہ کی تعریفوں کے پل باندھتے رہے۔ مرزا مسرور اور برطانوی ارکان پارلیمنٹ اپنی اپنی تقریروں میں مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں پر تنقید کے حوالے سے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششیں کرتے رہے۔ تقریب کا اہتمام رکن پارلیمنٹ جسٹن گرینگ نے کیا جس کے حلقہ انتخاب میں برطانیہ کی پہلی احمدی عبادت گاہ تعمیر کی گئی ہے۔ تقریب میں برطانوی وزراء، وزیراعظم کے نمائندے اور افسران کے علاوہ برطانیہ کی متنازع ترین مذہبی شخصیت، پاکستانی نژاد برطانوی لارڈ بشپ نذیر بھی تقریب میں شریک تھے، جو اپنے مسلمان و پاکستان مخالف نظریات اور زہریلے بیانات کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔

مذاکرات نہیں، غیر ملکی افواج کا انخلاء۔ طالبان کا مطالبہ

افغانستان میں طالبان نے افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کو مسترد کرتے ہوئے غیر ملکی افواج کے انخلاء تک جنگ جاری رکھنے کا اعلان کیا ہے۔ امریکی خبر رساں ادارے کے مطابق طالبان ویب سائٹ پر جاری ان کی طرف سے بیان میں کہا گیا ہے کہ طالبان افغانستان میں جنگ جاری رکھیں گے اور مغرب کی حمایت یافتہ کرزئی حکومت کے ساتھ مذاکرات نہیں ہوں گے اور نیٹو افواج کو ہر صورت افغانستان سے نکلنا ہوگا۔ ان افواج کی موجودگی تک جنگ جاری رہے گی۔ طالبان نے سعودی عرب میں کرزئی حکومت کے ساتھ مذاکرات کی اطلاعات کی بھی سختی سے تردید کی اور کہا کہ یہ باتیں صرف طالبان تحریک کو کمزور کرنے کی سازش ہیں، کیونکہ طالبان نے اس سال اپنا اثر ورسوخ کابل کے نواح تک پھیلانے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ قابض افراد کے لیے ممکن نہیں کہ وہ جہاد کے فروغ اور افغانستان میں مسلمانوں کے اثر ورسوخ کو روک سکیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے امیر یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ افغان مسئلے کا واحد حل یہاں سے غیر ملکی افواج کا انخلاء ہے۔

ایران کے ایٹمی پروگرام بارے پالیسی برقرار رہے گی۔ روس

روس نے کہا ہے کہ امریکہ کی جانب سے دفاعی ساز وسامان برآمد کرنے والی بڑی کمپنی پر پابندی کے باوجود ایران کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں ہماری پالیسی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ یہ بات روس کے وزیر خارجہ سرگئی لاروف نے مقامی خبر رساں ادارے کو بتائی۔ سرگئی لاروف نے مزید کہا کہ امریکہ کی جانب سے دفاعی ساز وسامان برآمد کرنے والی کمپنی پر پابندی عالمی اصولوں کے خلاف ہے۔ روس اور ایران کے مابین ایٹمی تعاون خالصتاً بین الاقوامی اصولوں اور قوانین پر مبنی ہے۔ روسی وزیر خارجہ نے امریکی پابندی کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے ہماری پالیسی بدستور برقرار رہے گی۔

امریکہ دنیا میں بدامنی پھیلا رہا ہے۔ شیخ صیام

قبلہ (مسجد اقصیٰ) کے سابق امام ڈاکٹر شیخ محمد صیام نے کہا ہے کہ امریکہ اپنی ناجائز طاقت کے ذریعے دنیا میں بدامنی پھیلا رہا ہے۔ اس نے قتل وغارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ مسلمان استعمار کی سازشوں کا مقابلہ متحد ہو کر ہی کر سکتے ہیں۔ وہ مینار پاکستان میں جماعت اسلامی کے سہ روزہ اجتماع عام کے آغاز کے موقع پر نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ شیخ محمد صیام نے کہا کہ امت مسلمہ کی صفوں میں تفرقہ کا فائدہ دشمن اٹھا رہے ہیں۔ موریطانیہ میں فوجی قیادت کی بغاوت ہو یا دارفور کے عوام کی اندرونی خانہ جنگی ہر دور میں مسلمانوں کے اختلافات سے ہی ان کے مخالف فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ فلسطین میں بھی بدقسمتی سے انہیں اختلافات کا فائدہ اسرائیل اٹھا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نے عراقیوں کو ہی اپنے ہم وطنوں کے خلاف استعمال کیا۔ دنیا میں بدعہدی اور غداری کی اپنی مثال امریکہ، عراق میں داخلی اختلافات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھائی کو بھائی کے ہاتھوں قتل کرا رہا ہے۔ شیخ محمد صیام نے کہا کہ اسلام میں بلاسودی اقتصادیات کو معاشرے کی فلاح کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے جبکہ ان دنوں یہودی دنیا کو سودی معیشت کے شکنجے میں جکڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ سمیت ساری دنیا کو درپیش مالیاتی بحران کا سبب بھی سودی معیشت ہے۔ سونامی کا طوفان دراصل اللہ کی طرف سے وارننگ تھی، حکمران یاد رکھیں کہ اللہ کی تنبیہ ایک حد تک ہوتی ہے۔ جب حجت ہو جاتی ہے تو پھر نجات اور واپسی کا راستہ آسان نہیں رہتا۔

ترکی: حکومت اور عدلیہ کشمکش

سیکولر انتہا پسندی کی بدترین مثال، ترکی کی عدالت نے وزیراعظم رجب طیب اردگان کی اے کے پارٹی کو ملک کے سیکولر تشخص کے خلاف کارروائیوں میں ملوث قرار دیتے ہوئے اس پر جرمانہ عائد کر دیا ہے جبکہ رجب طیب اردگان نے کہا ہے وہ آئینی عدالت کے اختیار میں کمی پر غور کر رہے ہیں۔ ترک عدالت عالیہ نے اپنے فیصلے میں قرار دیا ہے کہ اے کے پارٹی نے حجاب پر پابندی کے معاملے میں مذہب استعمال کی کوشش کی، اس لیے حکمران جماعت پر جرمانہ عائد کیا گیا ہے، مگر جماعت یا اس کے کسی رہنما پر پابندی عائد نہیں کی۔ ادھر عدالت کے فیصلے پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے وزیراعظم کا کہنا ہے کہ آئینی عدالت آئین سے بالاتر نہیں ہے، جبکہ ترکی کے آئین میں بنیادی حقوق قانون کے تحت وضع کیے گئے ہیں نہ کہ اس کی تشریح کرنے والوں کے مطابق۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی حکمران جماعت کو عدالت کی جانب سے اس قسم کے فیصلے کا سامنا ہے۔ سیاسی ماہرین کا خیال ہے کہ اس فیصلے کے نتیجہ میں ملک میں سیاسی کشیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔

1990ء میں امریکہ نے عراق میں چھوٹا ایٹم بم گرایا

امریکہ نے 1990ء کی جنگ میں عراق میں چھوٹا ایٹم بم گرایا تھا جس سے بڑی تعداد میں ہلاکتوں کے ساتھ کینسر جیسے مہلک امراض بھی پھوٹ پڑے تھے۔ یہ بات ایران کے سابق صدر علی اکبر رفسنجانی نے گزشتہ روز ایک اجتماع سے خطاب کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ یہ بم حملہ 1991ء میں عراقی شہر بصرہ اور ایرانی سرحد کے درمیانی علاقے میں کیا گیا تھا جس کی رپورٹ رواں ماہ اطالوی ٹی وی نے نشر کی تھی۔ رپورٹ درست ہے تو امریکہ سے پوچھا جائے کہ اس نے اس وقت کی عراقی عوام کے خلاف اتنا سنگین جرم کیوں کیا۔ اطلاعات کے مطابق اطالوی ٹی وی نے 9 اکتوبر کو 30 منٹ دورانیے کی ایک رپورٹ نشر کی تھی جس میں ایک سابق امریکی جنگی فوجی جم براؤن نے کا دعویٰ کیا تھا کہ امریکہ نے پہلی عراقی جنگ کے آخری روز 27 فروری 1991ء کو عراق پر 5 کلوٹن وزنی ایٹم بم گرایا تھا۔

کہ وہ سیاست میں آجائیں۔ افسوس کہ وکلاء کی تحریک نتیجہ خیز نہیں ہوسکی اتنی قربانیوں کے بعد بھی حکومتی مشینری آج بھی اسی کام پر لگی ہوئی ہے جس پر ڈیڑھ سال پہلے تھی۔

دوسری جانب قوم کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وکلاء اور عوام نے جن کے لیے سڑکوں پر اپنا خون بہایا، وہ بڑے آرام سے اسی چور دروازے سے دوبارہ داخل ہو گئے جس کو بند کرنے کے لیے بیسیوں لوگوں نے جانیں دیں۔ موجودہ حکمران پارٹی کی تو تاریخ یہی ہے۔ ان لوگوں کو ہر آمر کے جانے کے بعد اس کی باقیات کو تحفظ دینے اور عوام کو جھوٹا دلاسہ دینے کے لیے لایا جاتا ہے۔

ہم سب کو اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ یقیناً بے بنیاد نہیں ہے۔ درحقیقت یہ سب منطقی انجام ہے اس نظام کا جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ جو یقیناً ہمارا نہیں ہے۔ یہ اسی نظام کا شاخسانہ ہے کہ لاکھ جدوجہد کر لو، یہ منحوس چکر پھر گھوم پھر کر وہیں آجاتا ہے جہاں سے شروع ہوا تھا۔ دراصل یہ نظام ہم پر مسلط ہی ہماری بربادی کے لیے کیا گیا تھا۔ جب تک ہم قیام خلافت کی جدوجہد کی بجائے اس نظام کی حفاظت کریں گے، یہ ہماری بربادی کو تحفظ فراہم کرتا رہے گا اور ہم صرف وقت کاٹتے رہیں گے، کبھی فاصلہ نہیں کاٹ سکیں گے۔ پستی میں گرنے کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ انسان جتنا چاہے اللہ اسے ہی اتنا دھکیل دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے عوام کی اکثریت کسی اخلاقی یا قانونی اقدار کی پامالی کو برا بھی نہیں سمجھتی، اسی لیے تو اُسے ایسا حکمران نصیب ہوا جو کہتا ہے کہ وعدے کوئی قرآن حدیث تو نہیں ہوتے کہ نبھائے جائیں۔ یقیناً ہماری یہ رسوائی، پستی اور ذلت و نکبت ہماری اُس وعدہ کی خلاف ورزی کی سزا ہے، جو ہم نے نفاذ اسلام کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

نظام جمہوریت کے متعلق اقبال نے کیا خوب کہا تھا۔

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلسِ آئین و اصلاح ورعایات و حقوق
طبِ مغرب کے مزے میٹھے اثر خواب آوری!

سے درخواست کرتے ہیں کہ اُسے اِس قرارداد پر جیسی کیسی بھی یہ ہے، پوری طرح عملدرآمد کرنا چاہیے۔

ہماری رائے میں قرارداد کی یہ شق اہم ترین ہے کہ فوج کو قبائلی علاقوں سے واپس بلا کر وہاں قانون نافذ کرنے والی سویلین ایجنسیاں بھجوائی جائیں گی۔ یہی تنازعہ کی اصل جڑ ہے۔ قائداعظم نے قبائلیوں سے وعدہ کیا تھا کہ اُن کے علاقے میں کبھی فوج نہیں بھیجی جائے گی۔ نائن الیون کے بعد مشرف نے اِس وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قبائلی علاقوں میں فوج داخل کر دی۔ یہیں سے جھگڑا شروع ہوا۔ ہمیں قبائلیوں پر اعتماد کرنا چاہیے۔ تحریک پاکستان کا موقع ہو یا 1948ء کی کشمیر جنگ' قبائلیوں نے جانوں کی قربانی دے کر پاکستان کو تحفظ فراہم کیا۔ ہمیں فوجی کارروائیوں سے اُنہیں دیوار سے نہیں لگانا چاہیے۔ ہمیں اُن کی دشمنی وارا نہیں کھائے گی۔ اگر ہمیں اپنی شمال مغربی سرحد پر امن درکار ہے تو ہمیں نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکی اتحاد سے الگ ہونا ہوگا' وگرنہ یہ جنگ سب کچھ بھسم کر دے گی۔ امریکہ کو بھی پاکستانی عوام کے بدلتے ہوئے تیور سمجھنے چاہئیں۔ آخر وہ چند مخصوص افراد کو اپنی مٹھی میں لے کر کب تک ہمیں زبردستی اتحادی بنائے رکھے گا۔ آخر اُسے عوامی خواہشات کے سامنے جھکنا پڑے گا۔

مومن اور گناہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مؤمن اپنے گناہوں کو پہاڑ کی طرح بھاری جانتا ہے گویا کہ وہ ایک ایسے پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے جو اس پر ابھی ابھی گرا چاہتا ہے اور فاسق کی نگاہ میں گناہ ایک ایسی مکھی کی مانند ہیں جو ناک پر سے گزر گئی انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح۔

(رواہ البخاری)

☆☆☆☆☆

ان شاء اللہ العزیز

رفقائے تنظیم اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماعِ عام

2 تا 4 نومبر 2008ء (بروز اتوار، سوموار، منگل)

☆ اجتماع کا آغاز 2 نومبر (اتوار) 3:30 بجے سہ پہر ہوگا اور یہ 4 نومبر (منگل) کو رفقاء ریلی کی شکل میں دراجکے سے صبح 8 بجے روانہ ہوں گے۔

☆ اس اجتماع میں تمام ملتزم و مبتدی رفقاء شریک ہوں گے۔

☆ **رفقاء و احباب کے لیے ہدایات:**

1۔ نومبر سے لاہور میں رات کے وقت موسم قدرے سرد ہو جاتا ہے، اس لیے شرکاء اجتماع موسم کے مطابق بستر اپنے ہمراہ ضرور لائیں۔

2۔ شرکاء اجتماع کا استقبال کرنے کے لیے لاہور ریلوے اسٹیشن پر 2 نومبر کی صبح 8 بجے سے لے کر نمازِ عصر تک رفقاء موجود ہوں گے۔ اس کے بعد آنے والے رفقاء اپنے طور پر اجتماع گاہ میں پہنچیں گے۔

3۔ اپنے طور پر اجتماع گاہ پہنچنے والے رفقاء کے لیے مرید کے اور کامونکی کے درمیان سادھوکی کے مقام پر استقبالیہ کیمپ لگایا جائے گا جو 2 نومبر کی صبح سے رات عشاء تک رہے گا۔ وہاں سے رفقاء کو اجتماع گاہ تک لے جانے کا مناسب بندوبست موجود ہوگا۔

منگل کے روز دراجکے سے مینار پاکستان تک ریلی ہوگی اور بانی تنظیم اسلامی محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** صاحب کے مینار پاکستان پر شرکاء ریلی سے خطاب کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوگا۔

(اس اجتماع میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے)

المعلن: ناظم اجتماع **ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**

فون دفتر: 5845090-5858212 موبائل: 0332-4353693